عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

رمضان کے بعد ہمارے معمولاتِ زندگی

جلد: ۴۵ | ۲۶؍رمضان تا ۱۱شوال المکرم ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۶تا۳۱مارچ ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۱۱-۱۲

دینی مدارس کی خدمات اور اس کا تحفظ

خطاب: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ

عید الفطر
پُرمسرت مذہبی وملی تہوار

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org
www.amtkn.com
Email:editorkn@yahoo.com

زکوٰۃ کے متفرق مسائل

س:……میرے پاس پانچ، چھ تولہ سونا ہے، لیکن کوئی چاندی وغیرہ یا مالِ تجارت نہیں، کوئی چیز نہیں۔ اس کے علاوہ پیسے وغیرہ بھی جمع نہیں۔ ابھی بھی میرے پاس صرف دوسو روپے موجود ہیں، کیا مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے؟

ج:……اگر کسی کے پاس صرف سونا موجود ہو اور وہ ساڑھے سات تولہ سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ ہاں! اگر سونے کے ساتھ تھوڑی سی چاندی یا تھوڑا سا مالِ تجارت یا تھوڑی سی نقدی بھی سال بھر جمع رہتی ہو تو اب چاندی کے ساڑھے باون تولہ والے نصاب کی رعایت کی جائے گی اور ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ صورت مسؤلہ میں آپ کے پاس کچھ سونا ہے اور دوسو روپے ہیں، اگر سال بھر آپ کے پاس تھوڑے بہت پیسے جمع رہتے ہیں، خواہ ایک روپیہ کا سکہ ہی کیوں نہ ہو ایسی صورت میں آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ یہ دو چیزیں مل کر چاندی کے ساڑھے باون تولہ نصاب سے زیادہ ہی ہیں، اس لئے مجموعی مالیت کا حساب کر کے اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے۔

س:……ایک خاتون نے گھر خریدا، جس کی خریداری میں اس کی دو بیٹیاں اور والدہ بھی شریک تھیں اور یہ گھر کرایہ پر دینے کے لئے خریدا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے گھر کا خرچہ چل سکے۔ مگر ایسا نہ ہوسکا تو پھر یہ گھر بیچ دیا اور ان پیسوں کا ایک پلاٹ خرید لیا، کیا اس پلاٹ پر زکوٰۃ ہوگی؟

ج:……گھر چونکہ ضرورت کے لئے لیا تھا، اس پر زکوٰۃ نہیں اور یہ پلاٹ اگر خرید و فروخت کی نیت سے نہیں لیا، بلکہ پیسوں کو محفوظ کرنے کی نیت سے لیا ہے یا آئندہ کی ضرورت کے لئے لیا ہے تو ایسی صورت میں اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ ہاں اگر خریدتے وقت ہی نیت تھی کہ جیسے ہی اس کی قیمت بڑھے گی فروخت کر دیں گے، اپنے پاس رکھنا نہیں ہے تو ایسی صورت میں فروخت کی نیت کی وجہ سے یہ مالِ تجارت کے حکم میں ہوگا اور ہر سال اس پر مارکیٹ ویلیو کے حساب سے زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اور اگر خریدا تو بیچنے کی نیت سے ہی تھا لیکن پھر نیت تبدیل ہوگئی اور نہ بیچنے کی نیت کر لی ہے تو ایسی صورت میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

س:……اگر کسی خاتون کے پاس سونا وغیرہ ہو زیور کی شکل میں لیکن زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے رقم موجود نہ ہو تو وہ کس طرح زکوٰۃ ادا کرے؟

ج:……زکوٰۃ کا حساب کر لے جتنی واجب ہو اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے سال بھر میں بھی ادا کر سکتی ہے، نہیں تو سونے میں سے کوئی چیز فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے۔

س:……کیا پیشگی زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں؟ میں ہر ماہ ایک متعین رقم زکوٰۃ کی نیت سے ادا کرتی ہوں جو کہ آئندہ کے سال کی زکوٰۃ کے لئے ہوتی ہے اور سال پورا ہونے پر میں زکوٰۃ معلوم کرتی ہوں، جتنی میرے ذمہ باقی رہ گئی وہ بھی ادا کر دیتی ہوں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

ج:……جی ہاں! یہ بالکل درست ہے اور پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی طرح سال کے آخر میں حساب کر کے جو باقی رہ جائے وہ بھی ادا کر دی جائے۔

س:……ایک عورت پر زکوٰۃ فرض ہے اور وہ زکوٰۃ نکالنا چاہتی ہے۔ اس عورت کا شوہر بہت ضرورت مند ہے کوئی کام کاج نہیں، تو کیا یہ عورت اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ دے سکتی ہے؟ یا شوہر کے بچے جو کہ ابھی نابالغ ہیں اور وہ پہلی بیوی سے ہیں، کیا ان کو زکوٰۃ دے سکتی ہے؟

ج:……بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ اگر وہ مستحق ہو تو نفلی صدقہ دے سکتی ہے۔ اسی طرح شوہر کے نابالغ بچوں کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ نابالغ بچے باپ کے تابع ہوتے ہیں۔ ہاں اگر شوہر کے بچے بالغ ہوں اور وہ مستحق ہوں تو اُن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۵ ۲۶ ر رمضان تا ۱۱ ر شوال المکرم ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۶ تا ۳۱ر مارچ ۲۰۲۶ء شمارہ: ۱۱۔۱۲

سرپرست
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیراعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیراعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اختلافِ مسلک سے تکفیر تک!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
عیدالفطر... پُرمسرت مذہبی وملّی تہوار	۷	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
عید کے مسنون ومستحب اعمال	۱۰	مفتی محمد راشد ڈسکوی
دینی مدارس کی خدمات اور اس کا تحفظ	۱۲	مولانا محمد حنیف جالندھری
رمضان کے بعد ہمارے معمولاتِ زندگی	۲۱	مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۴	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفیؒ	۲۶	" " " "

اہم اعلان

عیدالفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۱۱، ۱۲ کو یکجا شائع کیا جارہا ہے، ایجنسی ہولڈر حضرات وقارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۶۰ فصل:....۸ھ کے واقعات

۴۳:....اسی سال فتحِ مکہ کے سفر کے دوران مرالظہران میں حضرت معاویہؓ کے والد ابوسفیان بن حرب، اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادرزادہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا الخزاعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، یہ تینوں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے ہاتھ پر اِسلام لائے، ان کے اسلام لانے کا واقعہ فتحِ مکہ سے ایک دن پہلے کا ہے۔

مرالظہران:.... مکہ مکرّمہ سے ایک مرحلے پر ایک موضع تھا، جواَب ''وادی فاطمہ'' کہلاتا ہے، یہ نسبت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی جانب نہیں، بلکہ اس نام کی کسی عرب خاتون کی جانب ہے۔

۴۴، ۴۵:....اسی سال فتحِ مکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کو اَمنِ عام عطا فرمایا، چنانچہ مکہ کے گلی کوچوں میں منادی کرادی گئی کہ جو شخص مسجدِ حرام میں داخل ہوجائے اسے امن ہے، جو پردۂ کعبہ سے لپٹ جائے اسے امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے، جو ابوسفیان کے احاطے میں چلا جائے اسے امن ہے، اور جو شخص گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے اسے امن ہے، یہ منادی حضرت ابوسفیان بن صخر بن حربؓ نے کی تھی، چنانچہ اہلِ مکہ نے اس پر عمل کیا اور مأمون رہے، البتہ پندرہ اشخاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مستثنیٰ رکھا تھا، جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

۱۔عکرمہ بن ابی جہل، ۲۔عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، ۳۔ہبار بن اسود، ۴۔کعب بن زہیر بن ابی سلمی المزنی، صاحب قصیدہ بانت سعاد، ۵۔عبداللہ بن خطل، ۶۔مقیس بن صبابہ، ۷۔حویرث نُقَید بن قصی، ۸۔وحشی بن حرب، ۹۔حارث بن طلاطیلہ الخزاعی۔ اور چھ عورتیں تھیں، جن کے نام حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ہندہ بنتِ عتبہ، زوجۂ ابوسفیان بن حرب۔

۲۔سارہ، عمرو بن ہاشم کی باندی، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی سے قبل اہلِ مکہ کے نام لکھا گیا، اس کے لے جانے والی یہی عورت تھی۔

۳، ۴۔عبداللہ بن خطل کی دو گانے والی باندیاں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گانے گایا کرتی تھیں، ایک کا نام قریبہ تھا، (قاف کے فتحہ کے ساتھ بصیغۂ مکبّر، اور بعض نے بضم قاف بصیغۂ تصغیر کہا ہے)، اور دُوسری کا نام فرتنا (بفتح فاء، سکون رائے مہملہ، فتح تائے فوقانی، اس کے بعد نون پھر الف مقصورہ)۔

۵، ۶۔ارنب اور اُمِّ سعد، یہ دونوں بھی ابنِ خطل کی لونڈیاں تھیں۔

ان میں سے حسبِ ذیل مرد اسلام لائے: عکرمہ، ابنِ ابی سرح، کعب بن زہیر اور وحشی، اور باقی چار افراد کفر پر تہ تیغ کئے گئے۔ عورتوں میں سے ہندہ اور فرتنا اسلام لائیں، ارنب، قریبہ اور اُمِّ سعد کو کفر پر قتل کیا گیا، اور سارہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ اسلام لائی یا کفر پر قتل ہوئی۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اختلاف مسلک سے تکفیر تک!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

انگریز برصغیر میں جہاں اور بہت سی باعث عداوت اور دشمنی چیزیں چھوڑ کر گیا ہے، وہاں اس نے مذہبی انتشار اور خلفشار بھی مذہبی طبقے میں بطور وراثت چھوڑا ہے۔ اسی کا شاخسانہ ہے کہ اب مسالک کے فروعی اور تعبیری اختلاف کو ایک طبقہ نے کفر اور اسلام کی حد تک پہنچا دیا ہے، صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں اگلی نسل کو بھی اس تعصب اور بغض کی بھینٹ چڑھانے کے لئے ان کی تعلیمی اور تربیتی اٹھان اس پر کررہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس مسلک کے زعماء اور ذمہ داران کو متنبہ اور متوجہ کرنے کے لئے ہمارے مخدوم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد ازہر صاحب استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ومدیر ماہنامہ الخیر نے اداریہ تحریر فرمایا ہے۔ افادۂ عام کی خاطر اسے من وعن ہفت روزہ ختم نبوت میں قارئین کے لئے بطور اداریہ شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''برصغیر کی دینی تاریخ میں مسلکی اختلافات کوئی نئی چیز نہیں۔ فقہی ترجیحات، بعض تعبیرات، صوفیانہ ذوق اور کلامی اسالیب میں فرق ہماری تاریخ کا حصہ رہا ہے۔ مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ جو اختلاف کبھی علمی مجالس اور کتابوں کے صفحات تک محدود تھا، آج اسے نصاب، امتحانی پرچوں اور نوخیز طلبہ کے اذہان کا حصہ بنایا جارہا ہے اور اختلاف مسلک کو اس انداز سے پڑھایا جارہا ہے کہ وہ علمی مسئلہ نہیں بلکہ ایمان وکفر کی جنگ بن جائے۔

حال ہی میں ''بریلی شریف'' کے ''جامعۃ الرضا'' کے ایک ایسے امتحانی پرچے کا مشاہدہ ہوا جس میں ایک پورے مسلک کے اکابر علماء کو ''کافر'' ثابت کرنا سوالات کا بنیادی موضوع تھا اور طلبہ سے باقاعدہ ''دلائل'' کے ساتھ ان کے ''کفر'' کو ثابت کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ طرزِ تعلیم نہ صرف علمی دیانت کے خلاف ہے بلکہ امت کی وحدت اور دینی مزاج دونوں کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ درحقیقت یہ طرزِ تعلیم صرف مسلکی سختی نہیں، بلکہ ایک خطرناک فکری رجحان کی علامت ہے جس کے اثرات آنے والی نسلوں میں ظاہر ہوں گے۔

سوال یہ نہیں کہ علمی اختلاف کیوں ہے، اختلاف تو اہل علم کی روایت ہے، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ کیا تکفیر کو نصاب کا حصہ بنانا دینی تربیت کہلائے گا؟ قرآن وسنت سے واجبی واقفیت رکھنے والا مسلمان بھی اس حقیقت سے باخبر ہے کہ تکفیر شریعت کا سب سے نازک دروازہ ہے۔

کسی مسلمان کو کافر کہنا فقہی فتویٰ نہیں، بلکہ اس کے ایمان، نکاح، وراثت، جنازہ اور اخروی انجام تک سے متعلق فیصلہ ہے۔ اسی لیے اہلِ سنت کے ائمہ نے اس باب میں غیر معمولی احتیاط برتی ہے۔ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادگرامی ملاحظہ ہو:

''إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما۔'' (صحیح بخاری: ۶۱۰۴، صحیح مسلم: ۶۰)

یعنی تکفیر کا لفظ اگر غلط استعمال ہوا تو لوٹ کر کہنے والے پر بھی آسکتا ہے۔ یہ وعید اس بات کا اعلان ہے کہ تکفیر کھیل نہیں، خوف کا مقام ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ''ولا نكفر أحداً من أهل القبلة بذنب ما لم يستحله'' ہم کسی گناہ یا غلطی کی وجہ سے کسی کو کافر قرار نہیں دیتے جب تک وہ حرام کو حلال نہ کہے۔ (العقیدۃ الطحاویۃ)

معلوم ہوا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا اہلِ سنت کے اعتقادی اصولوں میں سے ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فقہائے احناف کا فیصلہ کن اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’إذا كان في كلام المسلم احتمال الكفر من تسعة وتسعين وجها، واحتمال الإيمان من وجه واحد، حمل على الإيمان‘‘ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے کلام کو ایمان کے احتمال پر محمول کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، باب الردۃ)

یہ اصول دراصل امت کو خانہ جنگی سے بچانے کا ضابطہ ہے اور فقہی احتیاط کی اعلیٰ مثال بھی۔ اصول انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے ایک اور اصولی قاعدہ بیان کیا ہے:

’’الكلام يحمل على مراد المتكلم‘‘ یعنی اگر کسی عالم کی عبارت میں اشکال ہو اور وہ وضاحت کر دے کہ ’’جو معنی مخالف لے رہا ہے وہ میری مراد نہیں‘‘ تو اس کی وضاحت کو نظر انداز کر کے اسے کافر قرار دینا انصاف نہیں، بلکہ ضد اور تعصب ہے۔ یہ کہنا کہ: ’’عبارت غلط تھی‘‘ علمی نقد ہے۔ یہ کہنا کہ: ’’وہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ انتہائی قدم ہے۔ اختلاف، رد اور تکفیر تین الگ الگ درجے ہیں۔ اہل علم کو شائستگی کے ساتھ اختلاف اور تردید کا حق حاصل ہے لیکن تکفیر انتہائی اور آخری مرحلہ ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ بعض حلقوں میں پہلا اور دوسرا مرحلہ چھوڑ کر سیدھا تیسرا مرحلہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مدرسے کا نوعمر طالب علم ابھی علمی پختگی کے مراحل میں ہوتا ہے۔ اگر اس کے ذہن میں ابتدا ہی سے یہ نقش ہو جائے کہ: فلاں بزرگ ’’کافر‘‘ فلاں جماعت ’’گمراہ‘‘ فلاں مدرسہ ’’باطل‘‘ تو وہ داعی نہیں بنے گا، بلکہ اپنے مسلک کا متعصب سپاہی بنے گا۔ ایسا طالب علم معاشرے میں جائے گا تو دلوں کو نہیں جوڑے گا، بلکہ دیواریں کھڑی کرے گا اور یہی ذہنی ساخت بعد میں سماجی اور دینی انتشار کو بڑھائے گی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم نے اپنے زمانے میں بعض شخصیات پر تکفیر کے فتاویٰ صادر کیے۔ ممکن ہے ان کے معتقدین یہ تاویل کریں کہ ان کی نیت دین کے دفاع کی تھی، مگر وہ اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ فاضل بریلوی کا اسلوب عام اہلِ سنت کے مزاج کا نمائندہ نہیں بن سکا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ طرزِ تکفیر جمہور امت کا منہج و طریق نہیں۔ علمائے دیوبند سے ہٹ کر سیال شریف، گولڑہ شریف اور تونسہ شریف کے سجادہ نشینوں نے بھی فاضل بریلوی کے متشددانہ اسلوب کا ساتھ نہیں دیا۔

آج اسی طرز کو معیار بنا لینا امت کو جوڑنے کی بجائے توڑنا ہے۔ شخصیات سے محبت اپنی جگہ، مگر اصول یہ ہے:

’’كل يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم۔‘‘

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کی بات ابدی صداقت نہیں۔ کسی بزرگ کی ہر بات کو ابدی معیار بنا لینا اہل سنت کا طریقہ نہیں۔ قرآن و حدیث اور جمہور امت کے اصول ہی اصل معیار ہیں۔ اگر کسی بزرگ کا کوئی موقف امت میں انتشار کا ذریعہ بن رہا ہو تو پیروکاروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصولی منہج کی طرف رجوع کریں، نہ کہ فتوائے تکفیر کو زندہ کر کے نئی نسل کے ہاتھ میں دے دیں۔

آج امت فکری انتشار، سیاسی کمزوری اور اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ ایسے وقت میں تکفیر کا مزاج امت کو مزید کمزور کرتا ہے۔ مدارس کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو یہ سکھائیں کہ اختلاف ادب سے ہوتا ہے، مخالف بھی مسلمان ہوتا ہے، ’’خطا‘‘ ایمان کو ختم نہیں کرتی، اور اکابر معصوم نہیں ہوتے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ علمی اختلاف چھوڑ دیا جائے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ آپ علمائے دیوبند کی تعبیرات کو من وعن تسلیم کریں۔ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ایمان چھیننے کا اختیار آپ کو نہیں ہے۔ مدارس کو مسلکی معرکہ گاہ نہ بنائیں۔ رد لکھیے، علمی نقد کیجیے، غلطی واضح کیجیے، مگر ایمان چھیننے کا حق اپنے ہاتھ میں لینا شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانا ہے۔ امت کی بقا سخت لہجوں سے نہیں، عادلانہ طرزِ عمل سے ہوتی ہے۔ اکابر کی عظمت ان کی خدمات سے ہے، نہ کہ ان کی ہر رائے کو دین کا آخری درجہ بنا دینے سے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھنے، اختلاف میں انصاف کرنے اور امت کے دلوں کو جوڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں فتنۂ تکفیر سے بچائے اور ہمارے مدارس کو علم و حکمت کا گہوارہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔‘‘

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

عید الفطر

پُرمسرت مذہبی و ملی تہوار

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

’’عیدُ الفطر‘‘ امّتِ مسلمہ کا پُرمسرّت دینی و مذہبی تہوار اور اسلام کی ملّی، تہذیبی اور روحانی اقدار کی روشن علامت ہے۔ یہ اہلِ ایمان کے لیے رمضان المبارک کی عبادت و ریاضت کا انعام اور اللہ جلّ شانہ کی طرف سے اعزاز و اکرام کا دن ہے۔

یہ اللہ کے نیک، عبادت گزار اور پرہیز گار بندوں کی مسرّت و شادمانی کا دن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ’’عیدُ الفطر اور عیدالاضحیٰ‘‘ مسلم امّہ کے توحیدی مزاج اور اس کی دینی و ملّی اقدار کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ تہذیب و شائستگی کا یہ جشنِ مسرّت اہلِ ایمان کے دینی و مذہبی تشخص کا مظہر ہے۔ یہ مبارک و پُرمسرّت روزِ سعید تقویم عیسوی کے مطابق 27 مارچ 624ء/ مطابق یکم شوّال 2ھ سے منایا جارہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فخرِ دو عالم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی عظمت و اہمیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا: ’’جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر ’’لیلۃ الجائزۃ‘‘ انعام کی رات سے لیا جاتا ہے۔‘‘ چناں چہ جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے، کیا بدلہ ہے اس مزدور کا، جو اپنا کام پورا کرچکا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک، اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے، تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے عوض اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی۔ بندوں سے خطاب کرکے ارشاد ہوتا ہے، میری عزت کی قَسم اور میرے جلال کی قَسم، میں تمہیں مجرموں کے سامنے رسوا نہ کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا۔‘‘

(الترغیب والترہیب)

’’عید‘‘ کا لفظ تین حروف پر مشتمل ہے۔ اس کے لفظی و اصطلاحی معنیٰ بھی تین ہیں:

(1) ’’عید‘‘ کا لفظ ’’عود‘‘ سے مشتق ہے، جس کے معنی واپس اور لوٹ کر آنے کے ہیں چوں کہ عید ہر سال واپس لوٹ کر آتی ہے، اس لیے اسے عید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(2) ’’عید‘‘ کے دوسرے معنیٰ توجّہ کرنے کے ہیں، چوں کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عاجز و بے بس بندوں پر رمضان المبارک میں کی گئی ان کی عبادات اور نیک اعمال پر رحم و کرم فرماتا ہے، انہیں اعزاز و اکرام سے نوازتا ہے، اس لیے اللہ عزّوجل کی خاص عنایات، فضل و کرم اور خصوصی توجّہ کی وجہ سے اسے عید کہا جاتا ہے۔

(3) ’’عید‘‘ کے لفظی معنیٰ مسرّت و انبساط کے بھی ہیں، چوں کہ اس روزِ سعید اہلِ ایمان جشنِ مسرّت مناتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں، لہٰذا محاورۃً اسے عید کہا جاتا ہے۔

تاریخی روایات کے مطابق، کرّۂ ارض پر جشنِ مسرّت یا خوشی سے بھرپور تہوار منانے کا آغاز اُس روز سے ہوا، جس دن حضرت آدمؑ کی بارگاہِ الٰہی میں توبہ قبول ہوئی۔ گویا یہ دنیا کی پہلی عید تھی، جو اس خوشی میں منائی گئی۔ دوسری عید یا یومِ مسرّت اُس وقت منایا گیا، جب حضرت نوحؑ اور اُن کی اُمّت کو طوفان سے نجات ملی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ پر جب آتشِ نمرود گلِ زار بنی، اُس روز کی مناسبت سے اُن کی اُمّت عید منایا کرتی تھی۔ جس روز حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی، وہ اُن کی امّت کا یومِ عید بنا۔ بنی اسرائیل اُس روز عید منایا کرتے تھے، جس روز اُنہیں فرعون اور اُس کے مظالم سے نجات ملی، جب کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے روز عید مناتے ہیں۔ تاہم، مسلمانوں کا فلسفۂ عید اور اس کا تصوّر بالکل

منفرد اور اِک نرالی شان کا حامل ہے۔

’’عیدالفطر‘‘ اخوت و اجتماعیت ،دردِ دل، ایثار و ہمدردی، تقویٰ و پرہیزگاری، خدمتِ خلق اور احترامِ انسانیت کا پیغام اپنے اندر سموئے ہُوئے ہے، جب کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام احترامِ انسانیت، خدمتِ خلق اور معاشرتی وسماجی فلاح کا سب سے بڑا داعی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک جسم کے اعضاء کی مانند قرار دیتا ہے، جس میں ہر ایک، دوسرے کے دُکھ درد کو اپنا دُکھ درد تصوّر کرتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اہلِ ایمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے کا غم کھانے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں جسم کی مانند ہے کہ اگر اس کا ایک حصّہ تکلیف سے دوچار ہوتا ہے تو سارا جسم اُسی کیفیت کا شکار ہوجاتا اور بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے۔‘‘ (صحیح مُسلم)

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ’’تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں کہ اگر اُس کی ایک آنکھ کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام جسم اس تکلیف کو محسوس کرنے لگتا ہے اور اگر اُس کے سر کو کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے تو پورا بدن اُسی تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے۔‘‘ (صحیح مُسلم)

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ’’مسلمان، مسلمان کے لیے آئینہ ہے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اُسے زیاں سے بچاتا ہے اور ہر وقت اُس کی مدد کے لیے کھڑا رہتا ہے۔‘‘ (سُنن ابوداؤد)

’’عیدین‘‘ کے پُرمسرت مذہبی اور ملّی تہوار امّتِ مسلمہ کے توحیدی اور ایمانی مزاج اور اصولِ حیات کے عین مطابق اور اس کی روایات اور مذہبی وملّی اقدار کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ عہدِ نبویؐ سے آج تک امّتِ مسلمہ عیدالفطر کے اس عظیم پُرمسرت اور روح پرور دن کو ایک خاص اہتمام اور دینی جوش و جذبے سے مناتی ہے، یہ غلبۂ اسلام، دین کی عظمت وشوکت اور مسلمانوں پر اللہ کے فضل و انعام کی علامت ہیں۔ ’’عیدالفطر‘‘ دردِ دل، ایثار و ہمدردی، تقویٰ و پرہیزگاری کا پیغام اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس کی حقیقی مسرّت ہمیں تزکیۂ نفس، ایثار و ہمدردی اور تقویٰ وخوفِ خدا کی خصوصی مشق اور عبادت و ریاضت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کا پورا مہینہ عبادت اور اطاعتِ ربّانی میں گزارنے کے بعد اہلِ ایمان کو ’’عیدالفطر‘‘ کے دن اعزاز واکرام اور انعام سے نوازا جاتا اور رحمت و مغفرت کا مژدہ سنایا جاتا ہے۔ اسلام نے امّتِ مسلمہ کو اس پُرمسرت مذہبی وملّی تہوار کے موقع پر سب سے پہلے پروردگارِ عالم کی تقدیس وتحمید اور عبادت کی ادائیگی کا حکم دیا، یہ درحقیقت اس کا اظہار ہے کہ اللہ کی عظمت وکبریائی کا اظہار کیا جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی تسبیح و تقدیس بیان کی جائے، اعزاز واکرام اور اللہ کی بارگاہ سے انعام کے اس عظیم اور مثالی دن تمام امتیازات کے بندھن توڑ دیے جائیں، ہر قِسم کے تعصّبات کا خاتمہ کردیا جائے، گلے شکووں کو فراموش کردیا جائے، اور اس اخوّت و اجتماعیت کا عملی مظاہرہ کیا جائے، جس کا اسلام داعی ہے، ہر قسم کی تفریق کا خاتمہ کردیا جائے، امیر وغریب، شاہ وگدا، حاکم ومحکوم، غرض محمود و ایاز ایک ہی صف میں شریکِ عبادت ہوکر اتحاد و یگانگت اور اخوّت و اجتماعیت کا وہ مظاہرہ کریں، جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے، چناں چہ امّتِ مسلمہ اجتماعِ عید کے موقع پر اپنے خالق و مالک کے حضور سجدہ ریز ہوکر اخوت و اجتماعیت، اتحاد و یگانگت اور اطاعت وفرماں برداری کی عملی تصویر پیش کرتی ہے گویا اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

غریبوں، حاجت مندوں اور معاشرے کے مفلوک الحال طبقے کو بھی اس پُرمسرت مذہبی وملّی تہوار میں ہرگز فراموش نہ کیا جائے، خلقِ خدا اس خالق کا کنبہ ہے جس کی عظمت و کبریائی کے اظہار کے لیے ہم عیدالفطر کے اجتماعات میں جمع ہوتے ہیں۔

ہمدردی، رحم دلی اور غمگساری کا جذبہ نہ صرف اس دن بلکہ پورے سال اور زندگی بھر قائم رہے۔ یہی اسلام میں عید کی حقیقی روح اور اس کا فلسفہ ہے۔ اسلام احترامِ انسانیت، خدمتِ خلق اور معاشرتی وسماجی فلاح کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا داعی ہے، وہ صاحبِ ثروت مسلمانوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ معاشرے کے مفلوک الحال طبقے اور معاشی

طور پر بدحال مسلمانوں کا سہارا بنیں۔

اسی حقیقت اور فلسفے کے پیشِ نظر اللہ کی عظمت و کبریائی کے اظہار وفریضۂ عبادت، نمازعیدالفطر کی ادائیگی سے قبل ہی حکم ہوا کہ ''صدقۃ الفطر'' ادا کردیا جائے، اس میں درحقیقت یہ پیغام مضمر ہے کہ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں، حقیقی جینا وہ ہے جو دوسروں کے لیے ہو۔ انہیں بھی مسرّت کے اس عظیم تہوار میں شریک کیا جائے۔ یہی اسلامی طرز معاشرت کی بنیاد اور اسلامی فلسفۂ عبادت و حیات کی حقیقی روح ہے، عید کے اس عظیم پُرمسرت تہوار میں بھی درحقیقت یہی روح اور پیغام پوشیدہ ہے۔

مسلم امّہ آج جن بے پناہ مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہے اور جس طرح دورِ حاضر کی نمرودی، فرعونی طاقتیں اور طاغوتی قوّتیں اسلام اور مسلم امّہ کے خلاف صف آرا ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ ہم ''بُنیانِ مرصوص'' بن کر اخوّت ویگانگت اور اتحادِ امّت کا وہ نمونہ پیش کریں، جس کی تعلیم ہمارا دین دیتا ہے۔ اسی میں ہماری عظمت، بقا، اسلام کی سربلندی، دین کی سرفرازی اور امّتِ مسلمہ کی عظمت کا راز مضمر ہے۔

آج کے دن ہمیں فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو اپنی خوشیوں میں یاد رکھنا اور انہیں سلامِ عقیدت پیش کرنا چاہیے کہ جو دنیائے کفر کی ظالم وجابر صیہونی قوت اور اسلام دشمنوں سے جہاد میں مصروف اور دین کی عظمت وبقا کے لیے نبرد آزما ہیں۔ اسلام کے پیغامِ امن وسلامتی کو دنیا میں عام کرنا، انسانیت کو ہدایت کی راہ پر گام زن کرنا اور دکھی انسانیت کی فلاح کے لیے جدّوجہد کرنا ہمارے دین کی تعلیم اور اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔

اتحادِ امّت، دینی اقدار کا تحفّظ، اسلامی تعلیمات پر عمل اور دین سے گہری وابستگی میں ہماری شان وشوکت کا راز پوشیدہ ہے، انہیں اپنا کر اور ان پر عمل کر کے ہی درحقیقت ہم حقیقی شادمانی اور مسرّت حاصل کرسکتے ہیں، اسی میں ہماری فلاح اور عید کا حقیقی پیغام پوشیدہ ہے۔ ۞۞

قاری محمد عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

قاری محمد عبداللہ مدنیؒ قصبہ مڑل ملتان کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ خیرالعلماء حضرت مولانا خیرمحمد جالندھریؒ، حضرت علامہ مولانا محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن فیروز پوریؒ، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ ملتانیؒ سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی اور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور ستاون سال جوارِ نبوی میں رہ کر خدمت قرآن میں مصروف رہے۔ ہزاروں حفاظ وقرأ نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ امام القرأ حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ راقم ۲۰۱۹ء میں عمرہ پر گیا تو مجاہد ختم نبوت مولانا خالد محمود شادی پورہ لاہور نے اپنے فرزند ارجمند حافظ محمد سعد کا آخری سبق سنانے کی سفارش کی۔ چنانچہ راقم ۱۲/جون ۲۰۱۹ء اپنے احباب سمیت حضرت قاری محمد عبداللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ علیک سلیک، خیر وعافیت معلوم کرنے کے بعد راقم نے درخواست کی کہ برخوردار حافظ محمد سعد کا آخری سبق سن کر انہیں اپنے شاگردوں میں شامل کرلیں۔ تو حضرت قاری صاحبؒ نے راقم کی درخواست پر عزیز مذکور کا آخری سبق سنا بلکہ آخری سبق پڑھایا۔ راقم نے بھی وہ سبق دھرا کر اپنے آپ کو ان کے شاگردوں میں شامل کرلیا۔ نیز برادر مکرم قاری محمد رمضان مکیؒ کے بچوں کی خیر وعافیت معلوم کرتے رہے۔ قاری محمد رمضان مکیؒ بھی قصبہ مڑل کے رہنے والے اور راقم کے پھوپھی زاد اور بہنوئی تھے۔ نیز حضرت موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیوں کے متعلق معلومات کرتے رہے اور دعائیں دیتے رہے۔ قادیانیت اور گستاخان رسول کے تعاقب میں مجلس کی سرگرمیوں سے واقف تھے ہر جمعرات کو احباب سمیت عمرہ کا معمول تھا۔ ظہر سے عشا تک حرم نبوی میں قرآن پاک کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ نصف صدی سے زیادہ آبائی علاقہ میں تشریف نہ لائے کہیں جنت البقیع کی تدفین سے محروم نہ ہوجائیں۔ چنانچہ نصف صدی سے جس وقت کے انتظار میں تھے وہ وقت آن پہنچا اور آپ ۴/رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۲/فروری ۲۰۲۶ء کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے اور آپ کی نماز جنازہ حرم نبوی میں ادا کی گئی اور آپ کو بقیع الفرقد کے عظیم اور مقدس قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

عید کے مسنون و مستحب اعمال

مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی

عید الفطر مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خوشی کا دن ہے، اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ اس دن مسلمان اللہ جل شانہ کی توفیق اور اس کے فضل وکرم سے اپنے ذمہ عائد ایک بہت بڑے فریضے کی تکمیل کر چکے ہوتے ہیں، پورا مہینہ دن کو روزہ اور شب میں تراویح کی ادائیگی اور اس میں کلامِ الٰہی کے پڑھنے اور اس کے سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس محنت کا بدلہ یا مزدوری اس عید الفطر کے دن دیا جاتا ہے، اسی لیے اس دن کو آسمانوں میں ''یوم الجائزۃ'' (انعام کا دن) اور اس کی رات کو ''لیلۃ الجائزۃ'' (انعام کی رات) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ الغرض عید کے دن اور اس کی رات کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کے کچھ حصے کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے اس دن اور رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کے ساتھ ہونے والے معاملے کا اندازہ ہوسکتا ہے:

''پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو (آسمانوں میں) اس کا نام ''لیلۃ الجائزۃ'' (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو تمام شہروں کی طرف بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جن وانس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے امتِ محمدیہ! اُس ربِ کریم کی (بارگاہ کی) طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو

> **اگر صدقۂ فطر ابھی تک ادا نہ کیا ہو تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کیجئے**

معاف فرمانے والا ہے، پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے معبود اور مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کو اس کی مزدوری پوری پوری ادا کر دی جائے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''فَإنِّي أُشْهِدُ كُمْ يَا مَلَائِكَتِي! إِنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَائِي وَمَغْفِرَتِي۔''

ترجمہ:... ''فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

''اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا، اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر غور کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا نہیں کروں گا، بس! اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوگیا، پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھِل جاتے ہیں۔

(اللھم اجعلنا منھم، آمین)

(شعب الایمان للبیہقی، الرقم: ۳۴۲۱)

لہٰذا! اللہ رب العزت کی (عطایا کی) طرف دیکھتے ہوئے ہمیں بھی چاہیے کہ اس دن کو بھی اور اس بعد کے ایام کو بھی اس کی منشاء کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں کہ یہی اس کی عطایا کی قدردانی ہے، چنانچہ ذیل میں عیدالفطر کے دن کے مسنون اور مستحب اعمال تحریر کئے جاتے ہیں:

عید کے دن مسنون ومستحب اعمال:

1۔ عید کے دن صبح سویرے اٹھنا۔

2۔ نمازِ فجر اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا۔

3۔ جسم کے زائد بال اور ناخن وغیرہ کاٹنا۔

4۔ غسل کرنا۔

5۔ مسواک کرنا، (یہ اس مسواک کرنے کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے، نیز مسواک کرنا خواتین کے لئے بھی مسنون ہے)

6۔ جو کپڑے پاس ہوں اُن میں سے اچھے عمدہ کپڑے پہننا، نئے ہوں تو نئے پہن لئے جائیں ورنہ دُھلے ہوئے پہنے جائیں۔

7۔ خوشبو لگانا، (لیکن خواتین تیز خوشبو نہ لگائیں)۔

8۔ انگوٹھی پہننا، (مَردوں کے لیے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اس سے زیادہ یا کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں)۔

9۔ اگر صدقہ فطر ابھی تک ادا نہ کیا ہو تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا۔

10۔ عیدگاہ کی طرف جلدی جانا۔

11۔ پیدل چل کر عیدگاہ جانا، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو سواری پر جانے میں مضائقہ نہیں۔

12۔ نمازِ عید، عیدگاہ میں ادا کرنا، البتہ اگر کوئی عذر ہو (مثلاً: بارش ہو، دشمن کا خوف ہو یا عیدگاہ میں امام صحیح العقیدہ نہ ہو) تو مسجدِ محلہ میں ہی نمازِ عید ادا کرلی جائے۔

(کذا فی امداد الاحکام: ۱/۷۳۳)

13۔ عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے آہستہ آواز میں تکبیرات تشریق کہتے ہوئے جانا اور عیدگاہ پہنچ کر تکبیرات بند کر دینا، تکبیرات تشریق یہ ہیں: ”اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، لآإلہ إلا اللّٰہ واللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر ولِلّٰہِ الحمد۔“

14۔ عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھا لینا، اگر کوئی میٹھی چیز ہو (کھجور، چھوہارے یا کوئی اور چیز) تو طاق عدد میں کھانا بہتر ہے، اور اگر میٹھی چیز نہ ہو تو کوئی بھی چیز کھالی جائے۔

15۔ نمازِ عید ادا کرنے کے بعد واپسی پر راستہ بدل کر آنا۔

16۔ ہر کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آنا، بشاشت کا اظہار کرنا اور غیض وغضب سے پرہیز کرنا۔

17۔ اپنی وسعت کے مطابق مستحقین اور مساکین کی مدد کرنا۔

18۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر والوں پر کھانے وغیرہ کے اعتبار سے کشادگی کرنا۔

19۔ اگر ممکن ہو تو (شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے) عید کے دن جبہ پہننا۔

20۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دینا (بشرطیکہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے)۔

نمازِ عید پڑھنے کا طریقہ:

عید کی نماز دو رکعت ہے، اس کا طریقہ عام نمازوں کی ہی طرح ہے، البتہ اس نماز میں چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں (تین پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے) یہ تکبیرات واجب ہیں، اوران کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کئی تابعین کرام سے ہے۔

نماز کا طریقہ یہ ہے:

”سب سے پہلے دل میں یا زبان سے نیت کرلے کہ ”دو رکعت عید کی واجب نماز، چھ واجب تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد تکبیر تحریمہ یعنی: ”اللّٰہ أکبر“ کہہ کر ہاتھ باندھ لے، پھر ثناء، یعنی: ”سبحٰنک اللھم....الخ“ پڑھ کے تین بار ”اللّٰہ أکبر“ کہے، پہلی اور دوسری بار کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر نیچے لٹکا دے، البتہ تیسری بار ہاتھ نہ لٹکائے، بلکہ باندھ لے، اس کے بعد امام ”أعوذ باللّٰہ“ اور ”بسم اللّٰہ“ پڑھ کے قرأت کرے اور حسبِ قاعدہ پہلی رکعت پوری کرے، دوسری رکعت میں قرأت کرنے کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ ”اللّٰہ أکبر“ کہے جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا، البتہ یہاں تینوں مرتبہ ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی بار رکوع کی تکبیر ”اللّٰہ أکبر“ کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اور حسبِ قاعدہ نماز مکمل کرے۔“ ❁❁

دینی مدارس کی خدمات اور ان کا تحفظ

خطاب: ... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ
ترتیب وتدوین:... مولانا محمد احمد حافظ صاحب

۱۱ر جنوری ۲۰۲۶ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں اور تحفظ مدارس دینیہ کے سلسلے میں عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع سے اکابر علمائے کرام اور زعمائے ملت نے خطاب کیا۔ اجتماع کا کلیدی خطاب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس پاکستان، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم کا تھا۔ آپ نے مدارس دینیہ کا مقدمہ بہت واشگاف انداز میں قوم کے سامنے رکھا۔ اکابر علمائے دیو بند کے مزاج و مذاق اور دینی مدارس کی خدمات کے مختلف پہلوؤں کو شاندار انداز میں پیش کیا۔ آپ کے چشم کشا اور معلومات افزا بیان نے حاضرین جلسہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، اور انہوں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا۔ اس موقع پر صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کے تاریخی خطاب پر ان الفاظ میں تحسین فرمائی:

”ابھی آپ نے جو حنیف جالندھری صاحب کا خطاب سنا، اس کو آپ گہری نظر سے سن کر اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں تو یہ ہمارے اکابر علمائے دیو بند کے مزاج کی اتنی بہترین تفسیر تھی کہ آپ اس کو اپنے سینے میں محفوظ کریں اور اس کے نقش قدم پر اپنی زندگی کو استوار کریں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ ہمارے اکابر علمائے دیو بند کا جو اصل مزاج ہے وہ اعتدال اور توازن کا مزاج ہے۔

> **یہ مدارس کی کتنی بڑی خدمت ہے کہ یہ آج بھی پوری دنیا کو قرآن کے حافظ، قرآن کے قاری، دین کے عالم، مفتی، امام، خطیب، مؤذن اور رجالِ دین مہیا کر رہے ہیں**

آج انہوں نے جس انداز سے مدارس دینیہ کی حقیقت، اور مدارس دینیہ کا توازن، اس کا اعتدال، اور مدارس دینیہ کی خدمات اور اس کے تحفظ کے بارے میں جو باتیں انہوں نے کی ہیں، میں سمجھتا ہوں من جانب اللہ اس کی توفیق عطا ہوئی اور حق یہ ہے کہ اس کے بعد کسی مزید اضافے کی ضرورت نہیں۔ مدارس دینیہ کی جو خدمت وہ انجام دے رہے ہیں اور جس انداز سے مدارس دینیہ کا مقدمہ انہوں نے پہلے بھی لڑا ہے اور اب بھی لڑ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین اجر دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کے بعد ان عنوانات پر اب مجھے کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔“

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے آپ کے بیان پر فرمایا: ”اس مجلس میں مولانا حنیف جالندھری صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس پر نہ اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ میرے اندر اس کی استطاعت ہے۔“

اسی طرح سابق وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق صاحب نے کہا: ”حضرت مولانا حنیف جالندھری صاحب نے جو آج بیان کیا ہے؟ میں نے آج تک ایسی گفتگو نہیں سنی، میری خواہش ہوگی کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اس بیان کو سنے، اور میری تو یہ خواہش بھی ہے کہ کاش یہ گفتگو ہمارے فیلڈ مارشل صاحب بھی سنیں۔“ حضرت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مدظلہم کا یہ تاریخی خطاب ترتیب وتدوین کے بعد قارئین کی خدمت میں مطالعے کے لیے پیش ہے۔ (از مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و الصلاۃ و السلام علٰی سیدالانبیاء وخاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و امامنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہ و اصحابہ اجمعین و علٰی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین---امابعد!

قابل صد احترام، واجب الاکرام، شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، واجب الاکرام حضرت مولانا قاری محمد ارشد عبید صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، قابل صد احترام حضرات علمائے کرام، مسؤلین وفاق المدارس العربیہ پاکستان، عزیز طلبہ! بزرگان محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

عالم اسلام کی اور اہل سنت والجماعت کی عظیم تاریخی، دینی، تعلیمی، تربیتی، دعوتی تبلیغی اصلاحی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں آج کا یہ اجتماع مختلف اور متعدد عنوانوں پر منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجتماع کا پہلا عنوان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست ممتاز عالم دین، عظیم روحانی شخصیت، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم، شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تعزیت ہے۔ دوسرا عنوان آپ فضلائے کرام ہیں اور تیسرا عنوان ”خدمات مدارس دینیہ ہے“ اور چوتھا عنوان ”تحفظ مدارس دینیہ“ ہے۔

تعزیت کا معنیٰ اور مقصد:

جہاں تک اس اجتماع کے پہلے مقصد کا تعلق ہے تو وہ تعزیت ہے۔ تعزیت کا معنیٰ تسلی دینا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں تعزیت کا جو مقصد سمجھ میں آتا ہے وہ غم کو بڑھانا نہیں ہے، وہ صدمے میں اضافہ کرنا نہیں ہے، وہ دُکھ کو بڑھانا نہیں ہے بلکہ غم کو اور صدمے کو بانٹنا اور صدمے کو کم کرنا ہے۔ عام طور پر ہم کہیں کسی کی وفات پر جاتے ہیں تو ایسے الفاظ کہتے ہیں جس سے پسماندگان کے غم میں کمی کے بجائے اضافہ ہوتا ہے۔

امام الصحابہ، جانشین پیغمبر، مزاج شناس رسول، مصدقِ پیغمبر خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے جانے کے بعد امت کو سنبھالا، امت کو حوصلہ دیا، اس کے غم کو ہلکا کیا اور قرآن کریم کی آیات مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللَّهُ الشّٰكِرِينَ۔“ (آل عمران:۱۴۴)

کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے گئے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کا مشن باقی ہے، حضور علیہ السلام کا نصب العین باقی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا، دیا ہوا دین باقی ہے، قرآن باقی ہے، اسلام باقی ہے، نظریہ باقی ہے اور اس کو ان شاء اللہ کبھی بھی فنا نہیں آئے گی، یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

ہمارے دیرینہ باہمی تعلق کی بنیادیں:

اس کی روشنی میں ہم بھی یہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ایک عظیم جامع شخصیت تھے جن کے ساتھ سفر وحضر میں بہت وقت گزرا، وفاق المدارس میں اور خاص طور پر خیر المدارس کے امور میں ہمیشہ انہوں نے رہنمائی کی، آج ان کی جدائی کا صدمہ اور غم ہے لیکن ان شاء اللہ حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشن باقی رہے گا، ان کا نظریہ نصب العین باقی رہے گا اور جامعہ اشرفیہ جس کی انہوں نے تاحیات خدمت کی ہے۔ یہ ادارہ ان شاء اللہ چمکتا دمکتا رہے گا اور عالم اسلام کو قرآن وسنت کے نور سے منور کرتا رہے گا۔ ہمارے جد امجد استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، تعزیتی بیان فرمایا تو اپنے بیان میں فرمایا کہ اللہ کا نظام یہی ہے کہ یہاں سے آنا اور جانا رہے گا، بڑے جائیں گے اور چھوٹے ان کی جگہ لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد ان کے جانشین اور ان کے تمام خاندان کے حضرات، وہ ان شاء اللہ اس مشن کو آگے بڑھائیں گے اور ان شاء اللہ یہ جامعہ اور دینی علوم کی خدمت کا سفر جاری وساری رہے گا۔

باقی آپ حضرات جانتے ہیں کہ جس کا جتنا تعلق ہوتا ہے۔ جدائی کا صدمہ بھی اس کو اتنا ہی ہوتا ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے ساتھ ہمارا تعلق ہمیں وراثت میں ملا ہے۔ میرے دادا

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور بانی جامعہ اشرفیہ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کا آپس میں انتہائی گہرا تعلق تھا، قلبی تعلق تھا، اگر یہ کہوں کہ وہ یک جان دو قالب تھے تو غلط نہیں ہوگا۔ پھر حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحبؒ وہ میرے والد حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ آپس میں ہم درس تھے، دارالعلوم دیوبند میں اکٹھے انہوں نے دورۂ حدیث کیا اور وہ ایک دوسرے کے سبق کے اور دورے کے ساتھی تھے، حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ تاحیات خیرالمدارس کی شوریٰ کے ممبر رہے اور پھر حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب بھی تاحیات خیرالمدارس کی شوریٰ کے ممبر رہے، حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ تاحیات وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر رہے اور حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحبؒ تاحیات وفاق المدارس کے سرپرست رہے، تو دونوں حیثیتوں سے خیرالمدارس کے خادم اور وفاق المدارس کے خادم ہونے کی حیثیت سے عرض کر رہا ہوں کہ آج جہاں آپ اداس ہیں وہاں ہم بھی اداس ہیں لیکن یہ تعلق ان شاء اللہ! ہمیشہ قائم رہے گا اور میں ابھی حضرت اقدس صدر وفاق دامت برکاتہم العالیہ کی منظوری کی امید سے عرض کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ روایت تو یہی ہے، آئندہ حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی بحیثیت رکن عاملہ وفاق المدارس کے اندر خدمات سرانجام دیں گے، ان شاء اللہ! اور وفاق المدارس اور جامعہ اشرفیہ کا تعلق ہمیشہ قائم رہے گا۔ بحیثیت خادم خیرالمدارس میں نے درخواست کی حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب سے کہ آپ خیرالمدارس کی شوریٰ کی رکنیت بھی قبول فرمائیے، انہوں نے اس کو بھی قبول کیا، میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔ بتانا یہ چاہتا ہوں کہ خیرالمدارس اور جامعہ اشرفیہ کا تعلق، وفاق المدارس اور جامعہ اشرفیہ کا تعلق اور اسی طرح ہماری اولادوں اور نسلوں کا تعلق بھی ہمیشہ قائم اور دائم رہے گا۔

دنیا کے کسی ملک میں بھی چلے جاؤ، دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہاں آپ کو پاکستان کے دینی مدارس کے پڑھے ہوئے علماء اور دینی مدارس کے قراء اور حفاظ صرف غیر مسلم ملکوں میں نہیں مسلمان ملکوں میں بھی ملیں گے

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں نے امریکا کا سفر کیا، برطانیہ کا سفر کیا، سکینڈے نیویا کا سفر کیا اور یورپ کا سفر کیا، ان کی میں نے شفقتیں اور محبتیں سمیٹیں اور میں نے ان کے اللہ سے تعلق کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور میں اکثر ان سے کہا کرتا تھا: ہمہ در قال فضل رحیم در حال

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے درجات کو بلند سے بلند فرمائیں اور ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

فضلائے اشرفیہ سے چند گزارشات:

جہاں تک دوسرے عنوان کا تعلق ہے چونکہ اکابر تشریف لا چکے ہیں اور آرہے ہیں، میں آپ سے زیادہ دیر تفصیلی گفتگو نہیں کروں گا۔ جہاں تک آپ فضلاء کا تعلق ہے آپ سے صرف اتنی درخواست کروں گا کہ آپ جس میدان میں جانے لگے ہیں وہ عمل کا میدان ہے ''لیتفقھوا فی الدین'' کا سفر بھی جاری رکھیں۔ آپ ہمارا مستقبل ہیں، آپ ہماری امید ہیں، آپ ہی اب ہمارا آنے والا کل ہیں۔ آپ نے ان دینی علوم پر پہرہ دینا ہے۔ آپ نے مراکز علوم دینیہ مدارس پر پہرہ دینا ہے، آپ نے دین کا چوکیدار بننا ہے، آپ نے دین کا ان شاء اللہ! پہرے دار بننا ہے، آپ جس میدان میں جائیں ہماری دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیاب کرے اور سرخرو کرے۔

کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق ضرور قائم کریں:

ایک درخواست ضرور کروں گا، ہمارے حضرت نے اپنے دارالعلوم میں فرمایا کہ ہر مدرسے کو خانقاہ بنا دو۔ مدرسہ خانقاہ تب ہی ہوگا جب ہم میں سے ہر ایک کا بھی خانقاہی مزاج بن جائے۔ وہ تب بنے گا جب اپنی اصلاح کی فکر ہوگی۔ لہٰذا میں آپ سے یہ درخواست کروں گا، عام طور پر نصیحت تو بڑے کیا کرتے ہیں، مشورے برابر کے دیا کرتے ہیں، میں تو

چھوٹا ہوں درخواست آپ سے کرسکتا ہوں کہ پہلی فرصت میں اپنا کسی نہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم کریں، اپنے آپ کو کسی اللہ والے کے حوالے کریں، اپنے آپ کو کسی اللہ والے کے سپرد کریں تا کہ جو علوم آپ نے پڑھے ہیں ان علوم کا رنگ بھی نظر آئے اور یہ رنگ بھی آپ کو اور مجھے مل جائے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ بڑی پیاری مثال سے سمجھاتے تھے وہ فرماتے تھے کہ دیکھیے ایک ہوتا ہے رنگ بنانے والا ایک ہوتا ہے رنگ بیچنے والا اور ایک ہوتا ہے رنگ چڑھانے والا، فرماتے ہیں کہ یہ دین بھی اللہ کا رنگ ہے: ''صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةٗ۔''

یہ قرآن وسنت کے علوم دینیہ، یہ بھی ایک رنگ ہے اور اس دین کے رنگ کو بنانے والے اللہ تعالیٰ ہیں، اس دین کو اللہ نے بنایا ہے، اس دین کو اللہ نے اتارا ہے اور علمائے کرام آپ کے اساتذہ اور یہ شیوخ حدیث اس دین کے رنگ کو بیچنے والے تھے انہوں نے آپ کو یہ دین رنگ دیا ہے اور جو اللہ والے ہوں گے وہ آپ پر اس کا رنگ چڑھائیں گے اس لیے آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ آپ پہلی فرصت میں جس اللہ والے سے آپ کو طبعی مناسبت ہو اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دیں، اپنے آپ کو اس کے حوالے کریں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، یہ دونوں حضرات علم کے بلند مقام پر تھے۔ یہ آسمان علم کے آفتاب اور مہتاب تھے، وقت نہیں ہے کہ ان کے علم پر کوئی بیان کیا جائے، مگر انہوں نے اپنے آپ کو سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حوالے کیا۔ بانی جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے حوالے کیا۔ تو کسی نہ کسی اللہ والے سے ضرور اپنا تعلق قائم کیجیے۔ اس کی پھر آپ برکات اپنے علوم میں اور اپنی زندگی کے کاموں میں ان شاء اللہ دیکھیں گے۔

تجدد پسندی سے بچیں:

اور اس طرح آپ سے یہ بھی گزارش کرنی ہے کہ اپنے اکابر کے طریقے پر رہیے گا، کوئی نیا راستہ اختیار نہ کیجیے گا، کوئی نیا نظریہ اختیار نہ کیجیے گا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر کا امتیاز اور ہمارے اکابر کا تشخص چار چیزیں ہیں:

(۱) عقیدے میں مضبوطی، اعتقاد کی پختگی، (۲) تمسک بالسنۃ؛ سنت پر عمل کرنا، (۳) سلف صالحین کا اتباع، (۴) توکل علی اللہ۔

میرا اور آپ کا یہی زادِ راہ ہونا چاہیے۔ یہی ہمارے اکابر کی پہچان ہے کہ ہم عقیدے میں مضبوط ہوں، عقیدے پر کوئی سمجھوتا نہ ہو، عقیدے پر کوئی کمپرومائز نہ ہو، عقیدے اور نظریئے میں کوئی لچک نہ ہو، اپنا موقف مضبوط رکھیں، اعتقاد میں پختگی ہو، سنت پر عمل کریں اور سلف صالحین کا اتباع کریں، خود ہمارے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ''میں اپنے اکابر کا اندھا مقلد ہوں۔ میں اپنے اسلاف کا اندھا مقلد ہوں۔'' اس لیے اپنے بزرگوں کے راستے پر چلیں گے اور وہی کامیابی اور فلاح کا راستہ ہے۔

اکابر کا راستہ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے:

قرآن کریم نے ''صراطِ مستقیم'' کی توضیح ''صراط الذین انعمت علیھم غیر الۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّينَ'' سے کر کے یہ بتلا دیا ہے کہ ''صراطِ مستقیم'' وہی راستہ ہے جس پر ہر دور کے انعام یافتہ اکابر چلتے آئے ہیں۔ یہاں ''صراطِ قرآن'' یا ''صراطِ سنت'' کی تعبیر اختیار نہیں کی گئی، بلکہ ان ہستیوں کا حوالہ دیا گیا جو قرآن کے فہم اور سنت کے اتباع میں کامل تھے۔ گویا اکابر کی راہ قرآن وسنت سے جدا کوئی چیز نہیں بلکہ قرآن وسنت پر عمل کی محفوظ اور روشن ترین راہ ہے، تو اس لیے اپنے اکابر کا راستہ اختیار کیجیے۔

اللہ پر توکل کیجیے:

اللہ پر بھروسا اور توکل رکھیے۔ دنیا میں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، کسی کے دباؤ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے، جب میں نے اور آپ نے اللہ اکبر کہا ہے تو زبان ہی سے اللہ اکبر نہ ہو بلکہ عمل ہو کہ سب سے بڑا اللہ ہے۔ دنیا کی کسی طاقت سے نہ ڈرنا، وہ آپ کا کوئی نقصان نہیں کرسکتے۔ آپ نے یہ حدیث پڑھی ہے کہ:

''وَاعۡلَمۡ أَنَّ الۡأُمَّةَ لَوِ اجۡتَمَعَتۡ عَلَى أَنۡ يَنۡفَعُوكَ بِشَيۡءٍ لَمۡ يَنۡفَعُوكَ إِلَّا بِشَيۡءٍ قَدۡ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجۡتَمَعُوا عَلَى أَنۡ

يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ۔" (رواہ الترمذی)

اگر ساری دنیا مل کر مجھے اور آپ کو فائدہ پہنچانا چاہے اور میرا رب نہ چاہے۔ فائدہ نہیں پہنچا سکتی، ساری دنیا مل کر اگر ہمیں نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ نہ چاہے تو ہمیں ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

روز روشن کی طرح واضح مدارس کی شاندار خدمات:

جہاں تک دینی مدارس کی خدمات کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ دینی مدارس کی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ یہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا روشن باب ہیں۔ دینی مدارس کی خدمات اظہر من الشّمس ہیں، دینی مدارس کی خدمات دیوار پر لکھی ہوئی ہیں۔

دینی مدارس نے یہ خدمت سرانجام دی ہے کہ اس نے قرآن وسنت کے علوم کو اصل و مکمل شکل میں محفوظ رکھا۔ اللہ نے قرآن و سنت کے علوم کی حفاظت مدارس کے ذریعے، علماء کے ذریعے کی ہے، دنیا دار الاسباب ہے۔ سبب کے طور پر الحمدللہ یہ تمام علوم اپنی اصل مکمل شکل میں محفوظ ہیں، مدارس کی برکت سے یہ مدارس ہیں جو آج پوری دنیا کو الحمدللہ! رجال دین فراہم کر رہے ہیں۔ یہ مدارس کی کتنی بڑی خدمت ہے کہ یہ آج بھی پوری دنیا کو قرآن کے حافظ، قرآن کے قاری، دین کے عالم، مفتی، امام، خطیب، موذن اور رجالِ دین مہیا کر رہے ہیں۔

اس سال وفاق المدارس قوم کو ایک لاکھ سولہ ہزار حفاظ دے رہا ہے:

آپ کو خوشی ہوگی کہ اس ایک سال میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان جو عالم اسلام میں دینی تعلیم کا سب سے بڑا نیٹ ورک ہے جو عالم اسلام میں سب سے بڑا دینی تعلیم کا نظام ہے اس سال وفاق میں شامل مدارس و جامعات نے جو قرآن کے حافظ تیار کیے ہیں اور ایک سال میں قرآن کے حافظ تیار کر کے ملک اور قوم کو دیئے ہیں، ان کی تعداد کوئی بیسیوں، سینکڑوں، یا ہزاروں میں نہیں ہے، آپ کو خوشی ہوگی کہ اس ایک سال میں وفاق نے ایک لاکھ سولہ ہزار قرآن کریم کے حافظ تیار کیے ہیں۔ بلند آواز سے کہو سبحان اللہ!۔ جس جس کو خوشی ہوئی ہے وہ سبحان اللہ کہے اور بلند آواز سے کہیے سبحان اللہ! یہ معمولی تعداد نہیں ہے۔ وفاق المدارس اسلامی جمہوریہ پاکستان بلکہ تمام مسلم اور غیر مسلم ممالک میں ایک نظم کے تحت قرآن کریم کے حفاظ تیار کرنے والا سب سے بڑا ادارہ ہے۔

اس سال پینتالیس ہزار علماء قوم کو مل رہے ہیں:

میں یہ بات عرض کرتا ہوں وہ فضلاء جنہوں نے سترہ سال ان مدارس میں دن رات پڑھا ہے، جنہوں نے محنت کی ہے، یہ سترہ سال لگانے والے ہمارا یہ مستقبل، ہمارا یہ کل، ہماری آنے والی یہ امید، یہ فضلاء جو ایک سال میں وفاق المدارس نے تیار کیے ہیں۔ ان کی تعداد الحمدللہ پینتالیس ہزار ہے۔ سبحان اللہ کہو۔ پینتالیس ہزار علماء ایک سال میں ہمارے وفاق نے تیار کیے ہیں۔

سوال اُسی سے کریں، جس کی ذمہ داری ہے:

آج ہم سے کہا جاتا ہے کہ مدرسہ یہ بتائے کہ اس نے ڈاکٹر کتنے تیار کیے؟ مدرسہ بتائے سائنس دان کتنے تیار کیے؟ مدرسہ بتائے انجینئر کتنے تیار کیے؟ مدرسہ بتائے اس نے لائر اور وکلاء کتنے تیار کیے؟ مدرسہ بتائے کہ سائنسی علوم کے ماہرین کتنے تیار کیے؟ میرے دوستو! یہ سوال ہم سے بنتا نہیں ہے، یہ سوال اُن سے ہونا چاہئے جنہوں نے ان علوم کی اور فنون کی ذمہ داری لی ہے، ہم نے کب آپ سے کہا کہ ہم انجینئر بنائیں گے؟ ہم نے کب کہا ہم سائنس دان بنائیں گے؟ ہم نے کب کہا ہم وکیل بنائیں گے؟ ہم نے کب کہا کہ ہم کوئی ڈاکٹر پیدا کریں گے؟ ہم نے یہ ذمہ داری لی نہیں ہے، یہ ذمہ داری سرکار نے لی ہے، یہ ذمہ داری ریاست نے لی ہے، یہ ذمہ داری حکومت نے لی ہے، یہ ذمہ داری ان لوگوں نے لی ہے جنہوں نے اس نام پر لوگوں سے

آج بھی پاکستان کے بہت سے علاقے ایسے ہیں، پنجاب میں، سندھ میں، بلوچستان میں، کے پی کے میں، آزاد کشمیر میں، گلگت میں، وہاں آپ کو کوئی پرائمری اسکول نہیں ملے گا۔ مڈل اسکول نہیں ملے گا، ہائی اسکول نہیں ملے گا، مگر وہاں دین کا مدرسہ ملے گا، مکتب ملے گا، ہم ملک میں شرح خواندگی میں اضافہ کر رہے ہیں

فیسیں حاصل کی ہیں، جنہوں نے ادارے قائم کیے ہیں، ہم نے اور ہمارے علماء نے ذمہ داری یہ لی تھی کہ ہم قرآن کے حافظ تیار کریں گے، ہم قرآن کے قاری تیار کریں گے، ہم دین کے عالم تیار کریں گے، ہم مفتی تیار کریں گے، ہم امام اور خطیب تیار کریں گے، ہم داعی اور مبلغ تیار کریں گے، اور تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ سکتا ہوں کہ الحمدللہ! جو ہم نے ذمہ داری لی ہے اس ذمہ داری کو نبھایا ہے، اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے اور اس طرح پورا کیا ہے کہ صرف پاکستان کو یہ افراد نہیں دیئے بلکہ امریکا کو دیئے، برطانیہ کو دیئے، یورپ کو دیئے، فرانس کو دیئے، جرمنی کو دیئے، ڈنمارک کو دیئے، ناروے کو دیئے، ہم نے افریقا کے ملکوں کو دیئے۔ دنیا کے کسی ملک میں بھی چلے جاؤ، دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہاں آپ کو پاکستان کے دینی مدارس کے پڑھے ہوئے علماء اور دینی مدارس کے قراء اور حفاظ صرف غیر مسلم ملکوں میں نہیں مسلمان ملکوں میں بھی ملیں گے۔ ہم نے جس ذمہ داری کو قبول کیا تھا، آج تک ہم نے اپنی اس ذمہ داری کو الحمدللہ! نبھایا ہے۔

آپ بتائیے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری نبھائی؟

آج ہم سے کہا جاتا ہے کہ جناب والا! آپ نے کیا سائنسی علوم میں لوگ تیار کئے؟ ٹیکنالوجی میں لوگ تیار کئے؟ آج آپ بتاؤ تم نے کون سی چیز ایجاد کی ہے؟ تمام چیزیں یورپ اور امریکا تیار کررہا ہے۔ یہ بات کہی جا رہی ہے۔ چند دن پہلے ایک اجتماع میں بھی ایک بڑی شخصیت نے کہا۔ ہم بڑے ادب سے سوال کرتے ہیں کہ یہ تو آپ سے ہمیں پوچھنا چاہئے کہ ہم نے آپ کو ٹیکس دیا، ہم نے آپ کو پیسے دیئے، قوم کا پیسہ آپ کے ذریعے یونیورسٹیوں، کالجوں پر لگا۔

آپ بتائیے کہ آج پاکستان کا بچہ انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے، سائنس کی اعلیٰ تعلیم کے لئے، میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم کے لئے کیوں پاکستان سے باہر جاتا ہے؟ وہ کیوں امریکا جاتا ہے؟ وہ کیوں برطانیہ جاتا ہے؟ وہ کیوں یورپ جاتا ہے؟ وہ ڈالروں اور پونڈ میں پیسے ادا کرتا ہے، پھر وہ ہائی ایجوکیشن کے لئے باہر کے ملکوں میں جاتا ہے۔

یہ سوال تو ہمیں آپ سے کرنا ہے کہ آپ نے پاکستان کو اتنا خودکفیل کیوں نہیں بنایا کہ سائنس کی اعلیٰ تعلیم کے لیے کسی کا بچہ امریکا نہ جاتا، برطانیہ نہ جاتا، یورپ نہ جاتا، باہر کے ملکوں میں نہ جاتا، انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے کوئی باہر نہ جاتا، بلکہ باہر سے یہاں پر آتا۔ آپ نے پاکستان کو تعلیم کے میدان میں بھی بھکاری، مانگنے والا بنادیا۔

باہر کے ملکوں سے دینی علوم کے لیے لوگ یہاں آتے ہیں، عصری تعلیم کے لیے نہیں آتے:

میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکر کے طور پر اپنے اکابر کی موجودگی میں کہتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی بچہ قرآن وحدیث کی اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر نہیں جاتا، بلکہ باہر کی دنیا کے تمام مسلمانوں کے بچے یہ تمنا اور خواہش رکھتے ہیں کہ ہم قرآن وسنت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے بچوں کو پاکستان بھیجیں۔

آج بھی الحمدللہ! سعودی عرب سے، متحدہ عرب امارات سے، مصر سے، کویت سے، اردن جورڈن سے، مسلمان عرب ملکوں سے غیر مسلم ملکوں سے مسلمان قرآن وسنت کی تعلیم کے لئے اپنے بچوں کو پاکستان بھیجتے ہیں۔ وہ پاکستان بھیجنا چاہتے ہیں، آپ نے ویزے بند کئے ہوئے ہیں۔ آپ یہ ویزوں کی پابندی ختم کریں تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان دنیا میں نمبر ایک ملک بنے گا جو پوری دنیا میں دینی علوم کو پہنچانے والا ہوگا۔

باہر سے دینی علوم کے لئے لوگ یہاں آتے ہیں، عصری تعلیم کے لئے نہیں آتے۔ عصری تعلیم کے لئے یہاں سے باہر جاتے ہیں، تو اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں کہ الحمدللہ! ان علماء نے، ان مدارس نے دینی علوم کو دنیا میں ایکسپورٹ کرنے والا بنایا ہے کہ یہاں سے دینی علوم باہر جاتے ہیں۔ یہ مدارس کی خدمت ہے دینی علوم کا تحفظ اصل شکل میں، رجال کار انہوں نے مہیا کیے۔ اس ذمہ داری کو انہوں نے نبھایا۔

مدارس شرح خواندگی میں اضافہ کر رہے ہیں:

ان مدارس نے عورتوں میں دینی تعلیم کو فروغ دیا، وقت نہیں میں تفصیل بتاؤں کہ اس وقت ہمارے ہاں جو بچیاں تعلیم حاصل کررہی ہیں وہ لڑکوں سے زیادہ ہیں۔ ہم نے عورتوں میں تعلیم کو عام کیا ہے، ہم نے ملک میں شرح خواندگی کو فروغ دیا ہے، لٹریسی ریٹ کو بڑھایا ہے۔

آج بھی پاکستان کے بہت سے علاقے ایسے ہیں، پنجاب میں، سندھ میں، بلوچستان میں، کے پی کے میں، آزاد کشمیر میں، گلگت میں، وہاں آپ کو کوئی پرائمری اسکول نہیں ملے گا۔ مڈل اسکول نہیں ملے گا، ہائی اسکول نہیں ملے گا، مگر وہاں دین کا مدرسہ ملے گا، مکتب ملے گا، ہم ملک میں شرح خواندگی میں اضافہ کررہے ہیں۔

دینی مدارس قومی وحدت کی علامت ہیں:

یہ ہماری خدمت ہے کہ ہم نے ایک چھت کے نیچے سندھی کو، بلوچی کو، پٹھان کو، پنجابی کو، سرائیکی کو، مہاجر کو اکٹھا رکھا ہے، اکٹھا پڑھایا ہے اور ہم نے ملی وحدت کو، قومی وحدت کو فروغ دیا ہے۔ آپ کسی مدرسے میں چلے جائیں آپ کو ایک کمرے میں، ایک درس گاہ میں ایک کلاس روم میں، ہاسٹل کے ایک ایک کمرے میں آپ کو پنجابی بھی ملے گا، سندھی بھی ملے گا، بلوچی بھی ملے گا، پشتون خیبر پختونخوا کا اور آزاد کشمیر کا بھی ملے گا۔ ہم نے پاکستان کی تمام اکائیوں کو متحد کیا، ہم نے قوم کو وحدت کا پیغام دیا، ہم نے قوم کو متحد کیا، ہم نے ملی وحدت کا کام کیا اور ہم نے ان قبائلی علاقوں میں جہاں پر تعلیم کا کوئی نام و نشان نہیں، ہم نے وہاں بھی مدارس بنائے، ہم نے وہاں بھی مکاتب بنائے۔

مدرسوں نے سیاسی اور معاشی میدان میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں:

ان مدرسوں کی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے پاکستان کو آئین دیا، انہوں نے پاکستان کو قراردادِ مقاصد دی، ان مدارس کے علماء کرام کی خدمت ہے کہ انہوں نے ختم نبوت کا مسئلہ پارلیمنٹ سے حل کروایا، ان مدارس کی خدمت ہے اور ایک شخصیت یہاں پر موجود ہے جنہوں نے صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کو اسلامی بینکاری سسٹم دیا، جنہوں نے سودی نظام کے خاتمے کے لئے اسلام کا معاشی نظام دیا۔

یہ ہمارے حضرت موجود ہیں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

یہ ہماری خدمت ہے کہ ہم نے ایک چھت کے نیچے سندھی کو، بلوچی کو، پٹھان کو، پنجابی کو، سرائیکی کو، مہاجر کو اکٹھا رکھا ہے، اکٹھا پڑھایا ہے اور ہم نے ملی وحدت کو، قومی وحدت کو فروغ دیا ہے

جنہوں نے پاکستان کو متبادل اسلامی بینکاری کا نظام دیا اور ایک دن حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کا مکمل نظام مرتب کیا اور افغانستان کو بھی بھیجنا چاہیں گے، تاکہ اگر اس ملک میں عدالتی نظام اسلام کے مطابق بنے تو ہم اپنا پورا نظام ان کو دے دیں، یہ علماء ہیں جو اس ملک کے لئے اپنی جانیں دے رہے ہیں، جنہوں نے پیغام پاکستان دیا ہے۔

استحکام پاکستان کے لئے ہمارے علماء نے اپنا خون دیا ہے:

آپ کو معلوم ہے کہ کل جنوبی وزیرستان میں، وفاق المدارس کے مسؤل حضرت مولانا سلطان محمد حقانی کا جنازہ پڑھا گیا، وہ جے یو آئی کے راہنما تھے، ممتاز عالم دین تھے، ریاست کے ساتھ کھڑے تھے، ان کو شہید کر دیا گیا۔ بم دھماکا کیا گیا، قاتلانہ حملہ کیا گیا، کل ان کی نماز جنازہ ساؤتھ وزیرستان میں پڑھی گئی ہے۔ ہم نے خون دیا ہے، ہم نے قربانیاں دی ہیں، قیام پاکستان ہو یا استحکام پاکستان ہو۔

ہمیں پاکستان پیارا ہے اپنے ایمان کی وجہ سے:

حضرت مولانا مفتی محمد حسن، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا خیر محمد اور اسی طرح مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ! یہ وہ اکابر ہیں جنہوں نے پاکستان کی تعمیر میں تعاون کیا، پھر استحکام پاکستان میں ہم نے تعاون کیا۔

آج بھی آپ کے ملک کے امن کے لیے پہرہ دینے والوں میں مفتی محمد تقی صاحب ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمٰن ہیں۔ ہم نے پیغام پاکستان جاری کیا۔ ہم نے اس ملک کی سلامتی کی حفاظت کی ہے، ہم نے کہا ہے کہ اسلام کے لیے مسلح جد و جہد کرنا، ہتھیار اٹھانا، کلاشنکوف اٹھانا، شریعت کے نفاذ کے لیے نا جائز ہے، حرام ہے۔ ہم نے چند دن پہلے کراچی میں اجتماع کیا۔ ہم نے کراچی کے اجتماع میں مجلس اتحاد امت سے یہ پیغام دیا تھا کہ ملک میں مسلح جدوجہد ناجائز ہے اور حرام ہے۔ ہم ملک کے تحفظ کے لیے ریاست کے ساتھ ہیں۔ ہم نے افغانستان کو پیغام دیا، ہم

نے امارت اسلامیہ کو پیغام دیا کہ آپ اپنے ملک کو پاکستان کے خلاف استعمال نہ ہونے دیں۔ دہشت گرد گروہوں کو وہاں سے نکالیں۔اس لیے کہ کسی کو پاکستان کا تحفظ عزیز ہوگا اپنی کرسی کے لیے، اپنے اقتدار کے لیے، اپنی جائیدادوں کے لیے، اپنی املاک کے لیے اور اپنے مالی معاملات کے لیے، کسی کو پاکستان پیارا ہوگا اقتدار کے لیے، کرسی کے لیے، اپنی جائیدادوں کے لیے، مگر ہمیں پاکستان پیارا ہے،اپنے ایمان کی وجہ سے۔

ہم بانیان پاکستان کی اولاد ہیں:

ہم اُن کی اولاد ہیں جنھوں نے پاکستان بنایا، ہمارے بڑوں نے مفتی حسن صاحبؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا تھا۔کوئی ہمیں پاکستان کی سلامتی کے سبق نہ پڑھائے، کوئی ہم سے بڑا محب وطن نہ بنے، ہم نے اس ملک کے لیے جانیں دی ہیں۔ ہم اب بھی خون دے رہے ہیں، وفاق المدارس کے نائب صدر حضرت مولانا محمد حسن جان شہید رمضان میں روزے کی حالت میں، ان کو خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ دینے کی وجہ سے شہید کیا گیا۔ ہمارے مولانا معراج الدین خیر المدارس کے فاضل، ان کو فائرنگ سے شہید کیا گیا۔وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کے رکن تھے مولانا محسن جامعہ حلیمیہ درہ پیزو کے ان کو شہید کیا گیا، بہت لمبی فہرست ہے۔

علماء کی قربانیوں کا اعتراف کیا جائے:

میں نے کل کہا کہ اللہ تعالیٰ ہماری افواج کی حفاظت فرمائے۔سلامتی کے اداروں کی حفاظت فرمائے، جس طرح ہماری افواج، ہمارے سلامتی کے ادارے اس ملک کے لیے جان دے رہے ہیں وہاں علماء بھی جان دے رہے ہیں، مگر دُکھ کی بات ہے کہ ہم تو ان کی قربانیوں کا اعتراف بھی کرتے ہیں،تذکرہ بھی کرتے ہیں، مگر علماء اور طلبہ کی شہادتوں اور قربانیوں کا نہ اعتراف کیا جاتا ہے، نہ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

میں آج اس اجتماع کے توسط سے وزیر اعظم پاکستان سے درخواست کروں گا، فیلڈ مارشل صاحب سے درخواست کروں گا کہ پاکستان کے تحفظ میں اور پاکستان کی سلامتی میں جو علماء شہید ہورہے ہیں اور اپنے خون کے نذرانے پیش کررہے ہیں جو ہمارے دینی کارکن شہید ہورہے ہیں، ان کی قربانیوں کا بھی اعتراف کیا جائے، ان کی قربانیوں کا بھی تذکرہ کیا جائے۔

یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس ملک کے ہیں:

پیغام پاکستان ان علماء نے جاری کیا اور ہم سب اس ملک کی سلامتی کے لیے ان شاء اللہ وقت آنے پر اپنی جان بھی دیں گے۔ آپ ہاتھ بلند کر کے کہو ہم اس ملک کے وفادار ہیں اور اس ملک کے وفادار رہیں گے۔ہاتھوں کو ہلا کر کہو! ان شاء اللہ! یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس ملک کے ہیں، ہمیں یہ ملک عزیز ہے، ہمیں یہ وطن عزیز ہے، ہم اس وطن سے محبت کو اپنا عقیدہ کہتے ہیں، ہمیں حضور علیہ السلام نے وطن سے محبت سکھائی ہے۔ آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔دعا فرما رہے ہیں: ’’اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ۔‘‘(بخاری)

دعا فرمائی ہے، مکہ سے جارہے ہیں مڑ مڑ کر بیت اللہ کو دیکھتے ہیں۔کیا پیغام تھا؟ کہ وطن سے محبت کرو۔اسی لیے میرے فضلاء اور طلبا!اس وطن کے سپاہی بن کر رہنا۔آپ نے اس ملک کے نظریئے پر بھی پہرہ دینا ہے اس ملک کے جغرافیئے پر بھی پہرہ دینا ہے۔معرکہ حق میں پوری قوم آپ کے ساتھ تھی اور اب بھی کہتا ہوں خدانخواستہ، اللہ نہ کرے اللہ نہ کرے کبھی ملک پر ایسا وقت آیا، دشمنوں نے جنگ مسلط کی تو ہم اپنی فوج سے پیچھے نہیں ہوں گے۔فوج سے آگے ہوں گے، ان شاء اللہ! ہم آگے ہوں گے۔

مدارس بغیر کچھ لیے ایک پائی کا بوجھ نہیں ڈالتے۔اپنی مدد آپ کے تحت کام کرتے ہیں اور آخری بات کہتا ہوں عنوان ہے ’’تحفظ مدارس‘‘ ہم ان شاء اللہ! زندگی کے آخری سانس تک دینی علوم کے ان سرچشموں اور مراکز کا تحفظ کریں گے۔میں صرف اس لیے کہتا ہوں کہ مدرسے کے تحفظ کا معنی یہ نہیں کہ ہم ان بلڈنگوں کی حفاظت کریں گے۔ہم ان کمروں کی حفاظت کریں گے۔ اگر چہ ایک مرتبہ ایک اجتماع میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا تھا کہ ’’اگر گورنمنٹ ہماری زمین مدرسوں پر، ان جگہوں پر، کمروں پر، عمارتوں پر قبضہ کرلے گی تو ہم درختوں کے نیچے بیٹھ کر قرآن پڑھائیں گے۔لیکن بعد میں پھر ہمارے ایک عالم نے کہا کہ حضرت یہ بلڈنگیں بھی تو ہم نے بنائی ہیں ہم ان بلڈنگوں کا

بھی تحفظ کریں گے۔ یہ بھی ہم نے بنائی ہیں حکومت نے بنا کر نہیں دیں۔ ہم اسی لیے حکومت سے امداد نہیں لیتے، ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں ہماری درسگاہ میں مسندِ تدریس بھی آزاد رہے، ہماری مسجد کا منبر بھی آزاد رہے۔ ہم نے کسی دور میں کوئی امداد نہیں قبول نہیں کی اور نہ کریں گے۔ مشورہ بھی اس لئے دیتے ہیں تا کہ کسی کی امداد میری زبان کو تالا نہ لگا سکے، تا کہ کسی کی امداد میری زبانِ حق بولنے سے روک نہ سکے۔ جس دن یہ زبان حق بولنا چھوڑ دے گی ہم گونگے شیطان بن جائیں گے اور دعا کرتے ہیں جس دن ہم حق بات نہ کہہ سکیں، اس دن سے پہلے اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا سے لے جائیں۔

مدارس کا تحفظ پاکستان کا تحفظ ہے:

جہاں تک مدارس کے تحفظ کی بات ہے ہم دینی مدارس کا تحفظ اس لیے چاہتے ہیں کہ ہم علوم دینیہ کا تحفظ چاہتے ہیں۔ مدارس کا تحفظ درحقیقت قرآن اور سنت کے علوم کا تحفظ ہے، مدارس کا تحفظ اسلام کے علوم کا تحفظ ہے، مدارس کا تحفظ نبوت و وحی کے علوم کا تحفظ ہے، مدارس کا تحفظ اسلامی روایات و تاریخ کا، اقدار و تہذیب کا اور تمدن کا تحفظ ہے۔ مدارس کا تحفظ نظریہ پاکستان کا تحفظ ہے، مدارس کا تحفظ امت مسلمہ کا تحفظ ہے، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ مدارس کا تحفظ پاکستان کا تحفظ ہے، مدارس کا تحفظ دنیا کا تحفظ ہے، جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا ہے قیامت قائم نہیں ہوگی اور اللہ اللہ کرنے والے سے مراد کون سا اللہ اللہ کرنے والا ہے؟ مسلمان مراد ہے، قرآن اور سنت والا مراد ہے۔ اس لیے کہ کافر بھی اللہ کا لفظ کہتا ہے وہ بھی بسم اللہ پڑھتا ہے، اس سے مراد وہ اللہ کہنے والے نہیں ہیں۔ ہندو بھی اللہ کہتا ہے۔ سکھ بھی کہتا ہے۔ مراد وہ اللہ اللہ کہنے والے ہیں جو مسلمان ہیں، جب تک وہ ہوں گے دنیا ختم نہیں ہوگی۔ وہ اللہ والا جو اللہ اور رسول کے احکام کو مانتا ہو، جو قرآن وسنت کو مانتا ہو۔

تو اس لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ مدارس کا تحفظ یہ وطن عزیز کا تحفظ ہے۔ یہ عالم اسلام کا تحفظ ہے۔ امت مسلمہ کا تحفظ ہے، یہ اسلامی تاریخ کا تحفظ ہے، یہ اسلامی اقدار کا تحفظ ہے یہ اسلامی علوم کا تحفظ ہے۔ یہ پاکستان کے نظریہ اور جغرافیہ کا تحفظ ہے اور ان شاء اللہ ہم پاکستان کا تحفظ بھی کریں گے، اس کے نظریہ کا بھی تحفظ کریں گے اور اس کا دفاع بھی ان شاء اللہ کریں گے۔ آج اکابر کے سامنے ہاتھ اٹھا کر یقین دلا دو، وعدہ کرلو کہ ہم ان شاء اللہ! پاکستان کے نظریہ جغرافیہ کے چوکیدار رہیں گے۔

اور یہ بات بھی کہہ دوں ہمارے بینک اکاؤنٹ بند کیے جا رہے ہیں، ہمیں رجسٹرڈ نہیں کیا جا رہا اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ مولوی بتاتا نہیں ہے کہ پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟ بینک اکاؤنٹ کھولو تمہیں خود پتہ چلے گا کہ پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟ بینک اکاؤنٹ مدرسوں کے بند۔ آج پاکستان میں کسی مسجد کا بینک اکاؤنٹ نہیں کھل سکتا۔ کسی مدرسے کا بینک اکاؤنٹ نہیں کھل سکتا۔ آپ جائیں سینما کا اکاؤنٹ کھولیں دو منٹوں میں سینما کا اکاؤنٹ کھل جائے گا۔ مدرسے کا اکاؤنٹ نہیں کھلے گا، مسجد کا اکاؤنٹ نہیں کھلے گا، یہ کیا ہے؟ آپ کا خیال ہے کہ ہم پریشان ہو جائیں گے؟ آپ ہمیں تھکا دیں گے؟۔ یاد رکھو تم تھک جاؤ گے ہم نہیں تھکیں گے۔ ہم ان شاء اللہ اپنے موقف پر قائم رہیں گے، ہم دلیل کے لوگ ہیں، ہم حقیقت پسند لوگ ہیں اور ہم نے اپنی دلیل کے ساتھ ہر محاذ پر اپنا مقدمہ جیتا ہے الحمد للہ۔

میں خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے شعر پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں اور گویا اسلام کہتا ہے: میرا نقش ہستی نہیں ہے مٹنے والا..... اسلام کہہ رہا ہے، مدرسہ کہہ رہا ہے، قرآن کہہ رہا ہے:

میرا نقش ہستی نہیں ہے مٹنے والا
کہ یہ نقشِ سجدہ ہے قشقہ نہیں

مسلمان کی پیشانی پر سجدے کا نشان ہوتا ہے، اور ہندو لوگ ماتھے پر زعفران اور صندل کی جو لکیریں لگاتے ہیں اسے قشقہ کہا جاتا ہے۔ قشقہ مٹ جاتا ہے اور سجدے کا نشان نہیں مٹتا۔ مدرسہ تھا، ہے اور رہے گا۔ ان شاء اللہ! قرآن تھا، ہے اور رہے گا، ان شاء اللہ!!

ہم آپ سے تمام معاملات دلیل کی بنیاد پر حل کرنا چاہتے ہیں۔ ان مدرسوں کے راستے میں رکاوٹ مت ڈالو، ان مدرسوں کا مذاق مت اڑاؤ۔ ان مدرسوں کی تعلیم کو معمولی مت کہو۔ یہی اصل علم ہے، یہی اصل تعلیم ہے۔ ان شاء اللہ مدرسہ جوان تھا، جوان ہے، جوان رہے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان، رمضان، شوال ۱۴۴۷ھ)

۞۞..........۞۞

رمضان کے بعد

ہمارے معمولاتِ زندگی

مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی

عمل کی قبولیت کی جو علامتیں علمائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائی ہیں ان میں سے ایک اہم علامت عمل صالح کے بعد دیگر اعمال صالحہ کی توفیق اور دوسری علامت اطاعت کے بعد نافرمانی کی طرف عدم رجوع ہے۔ نیز ایک اہم علامت نیک عمل پر قائم رہنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل وہ ہے جس میں مداومت، یعنی پابندی ہو، خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری ومسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو کسی خاص عمل کے لیے مخصوص فرمایا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل میں مداومت (پابندی) فرماتے تھے۔ اگر کوئی ایسا کر سکتا ہے تو ضرور کرے۔ (مسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح مت بنو، جو راتوں کو قیام کرتا تھا لیکن اب چھوڑ دیا۔ (بخاری ومسلم)

لہٰذا ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد بھی ہمیں برائیوں سے اجتناب اور نیک اعمال کا سلسلہ باقی رکھنا چاہیے کیوں کہ اسی میں ہماری دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔ چند اعمال تحریر کر رہا ہوں، دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ان کا بھی خاص اہتمام رکھیں۔

نمازِ عیدالفطر کی ادائیگی:

عید الفطر کی شب میں عبادت کرنا مستحب ہے اور دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ عیدالفطر کے دن دو رکعتوں کا بطور شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، حسب استطاعت عمدہ کپڑے پہننا، خوش بو لگانا، صبح ہونے کے بعد عید کی نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا، عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، ایک راستہ سے عیدگاہ/مسجد جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کے لیے جاتے ہوئے تکبیر کہنا، یہ سب عید کی سنتوں میں سے ہیں۔ عید کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ عید کی نماز کے بعد امام کا خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطبہ شروع ہوجائے تو خاموش بیٹھ کر اُس کا سننا ضروری ہے۔ جو لوگ خطبہ کے دوران بات چیت کرتے رہتے ہیں یا خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔

ماہِ شوال کے روزے:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بشارت دی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والا اس قدر اجر وثواب کا حق دار ہوتا ہے گویا اس نے پورے سال روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون کے مطابق ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ (سورۃ الانعام:160) تو اس طرح جب کوئی ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو دس مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا اور جب شوال کے چھ روزے رکھے گا تو 60 دنوں کے روزوں کا ثواب ملے گا تو اس طرح مل کر بارہ مہینوں یعنی ایک سال کے برابر ثواب ہوجائے گا۔ یہ چھ روزے ماہِ شوال میں عید کے بعد لگاتار بھی رکھے جاسکتے ہیں اور بیچ میں ناغہ کرکے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے

ان چھ روزوں کو رکھنا شروع کیا، لیکن کسی وجہ سے ایک یا دو روزہ رکھنے کے بعد دیگر روزے نہیں رکھ سکا تو اس پر باقی روزوں کی قضا ضروری نہیں ہے۔

فرض نماز کی پابندی:

نماز ایمان کے بعد دین اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی رکن ہے، جس کی ادائیگی ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن انتہائی تشویش وفکر کی بات ہے کہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اِس اہم فریضہ سے بے پروا ہے۔ رمضان کے مبارک ماہ میں تو نماز کا اہتمام کر لیتے ہیں مگر رمضان کے بعد پھر کوتاہی اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ حالاں کہ قرآن وحدیث میں اِس فریضہ کی بہت زیادہ اہمیت اور تاکید وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر وقت (رمضان اور غیر رمضان) نماز کا پابند بنائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یقیناً نماز مؤمنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔ (سورۃ النساء: 103) دن رات میں کل 17 رکعتیں ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں: 2 رکعت فجر کی 4 رکعت ظہر کی، 4 رکعت عصر کی، 3 رکعت مغرب کی اور عشاء کی 4 رکعت۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ کام یاب وکامران ہوگا اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور خسارہ میں ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداود، مسند احمد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو اِن نمازوں کو اس طرح لے کر آئے کہ ان میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو تو حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اس کو عذاب دے، چاہے جنت میں داخل کردے۔

(موطا مالک، ابن ماجہ، ابوداود، مسند احمد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز...... (یعنی نماز کا اہتمام کرو)۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ (مسند احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ حکم جاری فرمایا کہ میرے نزدیک تمہارے امور میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ جس نے نماز کی پابندی کرکے اس کی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ نماز کے علاوہ دین کے دیگر ارکان کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ (موطا مالک)

نمازِ وتر کی پابندی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک ایسی نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے، جس کا وقت عشا کی نماز سے طلوعِ فجر تک ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ابوداود) حدیث کی تقریباً ہر مشہور ومعروف کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت مسلمہ کو نمازِ وتر پڑھنے کا امر (حکم) موجود ہے، جو عموماً وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بعد نمازِ عشا یا اذانِ فجر سے قبل وتر پڑھنے کی پابندی کرنی چاہیے۔ احادیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ نماز وتر کی وقت پر ادائیگی نہ کرنے پر دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد کسی بھی وقت قضا کر لینی چاہیے۔

سنن مؤکدہ کا اہتمام:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے دن اور رات میں بارہ رکعتیں (فرض کے علاوہ) پڑھیں، اُس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیا گیا۔ (مسلم) ترمذی میں یہ حدیث وضاحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن رات میں مندرجہ ذیل بارہ رکعتیں پڑھے گا اُس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا: 4 ظہر سے پہلے، 2 ظہر کے بعد، 2 مغرب کے بعد، 2 عشاء کے بعد اور 2 فجر سے پہلے۔ ان سنن مؤکدہ کے علاوہ دیگر سنن غیر مؤکدہ، نماز تہجد، نماز اشراق، نماز چاشت، تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی اہتمام فرمائیں۔

قرآن کی تلاوت کا اہتمام:

تلاوتِ قرآن کا روزانہ اہتمام کریں، خواہ

مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ علماءِ کرام کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں وارد احکام ومسائل کو سمجھ کر اُن پر عمل کریں اور دوسروں کو پہنچائیں۔ یہ میری، آپ کی اور ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کے معنی ومفہوم نہیں سمجھ پا رہے ہیں تب بھی ہمیں تلاوت کرنی چاہیے کیوں کہ قرآن کی تلاوت بھی مطلوب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک حرف قرآن کریم کا پڑھے اس کے لیے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔ (ترمذی)

حلال رزق پر اکتفا:

حرام رزق کے تمام وسائل سے بچ کر صرف حلال رزق پر اکتفا کریں، خواہ مقدار میں بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا، یہاں تک کہ وہ پانچ سوالوں کے جواب دے دے۔ ان پانچ سوالات میں سے دو سوال مال کے متعلق ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفا کرے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیوں کہ اس سے بہتر آگ ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مسند احمد)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں؟! (صحیح مسلم)

عصر حاضر میں بعض ناجائز چیزیں مختلف ناموں سے رائج ہوگئی ہے، ان سے بچنا چاہیے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے۔ اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اُس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا، اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے کیوں کہ بہت ممکن ہے کہ چرواہے کی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے وہ بکریاں دوسرے کی چراگاہ سے کچھ کھالیں۔ (بخاری ومسلم)

بچوں کی دینی تعلیم وتربیت:

ہماری یہ کوشش وفکر ہونی چاہیے کہ ہماری اولاد اہم وضروری مسائل شرعیہ سے واقف ہوکر دنیاوی زندگی گزارے اور اخروی امتحان میں کامیاب ہوجائے، کیوں کہ اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں دردناک عذاب ہے، جس کی تلافی مرنے کے بعد ممکن نہیں ہے، مرنے کے بعد آنسو کے سمندر بلکہ خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یاد رکھیں کہ اگر ہم اخروی زندگی کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزاریں گے تو ہمارا بچوں کی تعلیم میں مشغول ہونا، ان کی تعلیم پر پیسہ خرچ کرنا اور ہر عمل دنیا وآخرت دونوں جہاں کی کامیابی دلانے والا بنے گا، ان شاء اللہ۔ لیکن آج عصری تعلیم کو اس قدر فوقیت واہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بالغ ہونے کے باوجود نماز وروزہ کا اہتمام نہیں کرایا جاتا کیوں کہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحانات کی تیاری کرنی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے لیے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کے استعمال سے دوری:

معاشرہ کی بے شمار برائیاں ٹی وی اور انٹرنیٹ کے استعمال سے پھیل رہی ہیں، لہٰذا فحش وعریانیت وبے حیائی کے پروگرام دیکھنے سے اپنے آپ کو بھی دور رکھیں اور اپنی اولاد وگھر والوں کی بھی خاص نگرانی رکھیں، تاکہ یہ جدید وسائل آپ کے ماتحتوں کی آخرت میں ناکامی کا سبب نہ بنیں، کیوں کہ آپ سے ماتحتوں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (سورۃ التحریم:6)

اللہ تبارک وتعالیٰ مغفرت اور رحمت والے مہینہ میں کیے گئے ہمارے تمام اعمال صالحہ کو قبول فرمائے اور ہمارے لیے جہنم سے چھٹکارہ کا فیصلہ فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

سالانہ تحفظ ختم نبوت چناب نگر کورس:

۳۳واں سالانہ تحفظ ختم نبوت کورس چناب نگر امسال ۲۴؍جنوری تا ۱۵؍فروری ۲۰۲۶ء تک جاری رہا۔ حسب معمول پہلا ہفتہ ۲۴ تا ۳۰؍جنوری تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ و انچارج اور مرکزی راہنما مولانا مفتی محمد راشد مدنی سلمہ نے قادیانی شبہات کے جوابات جلد دوم کے اسباق پڑھائے۔ جلد دوم حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہے۔ مولانا محترم عیسائیت پر نظر رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عیسائیوں کے نظریات ابنیت مسیح، الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ پر نوٹس تیار کرائے نیز مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور اس کے رد پر سیر حاصل گفتگو کی۔ کورس کے آغاز سے اب تک معمول یہ رہا ہے۔ قادیانی شبہات کے جوابات کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ کے اختتام پر اس کا تحریری امتحان لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۳۱؍جنوری کو تحریری امتحان ہوا، جس کی نگرانی مولانا حافظ محمد انس، مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا محمد ساجد، مولانا محمد نعیم، مولانا غلام رسول دین پوری سمیت اساتذہ کرام جامعہ ختم نبوت نے کی۔ ۳۱؍جنوری سے قادیانی شبہات کے جوابات جلد اول شیخ الحدیث مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا توصیف احمد، محمد اسماعیل شجاع آبادی نے پڑھائی۔

۳۱؍جنوری کو ظہر کی نماز کے بعد معروف قانون دان، وکیل ختم نبوت جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ تلہ گنگ نے گستاخ رسول کی سزا کے قانون اور قادیانیت سے متعلق قومی اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ، امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی دفعات ۲۹۸۔بی اور ۲۹۸۔سی پر طلبا کرام کو ان قوانین سے آگاہ کیا اور ان قوانین کی روشنی میں ہائی کورٹس، سپریم کورٹ کے فیصلوں اور وفاقی شرعی عدالت، شریعت اپیلنٹ بینچ کے فیصلوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ پہلے قادیانیت کی خلاف لب کشائی پر قانون حرکت میں آتا تھا۔ اب قادیانیوں کے اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر قانون حرکت میں آتا ہے، انہوں نے شرکائے کورس پر زور دیا کہ ان کے علاقوں میں قادیانی اگر تبلیغ کرتے ہیں، لٹریچر تقسیم کرتے ہیں، اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں ہیں تو آپ لوگ قانون کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ انشاءاللہ! قانون ان کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے قائم مقام امیر مولانا خبیب احمد شاہ نے نصائح پر مشتمل خطاب کیا۔ راقم نے ختم نبوت کے متعلق تنقیح موضوع پر گفتگو کی۔

یکم فروری کو شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے صبح آٹھ سے سوا نو بجے تک خطاب فرمایا۔ مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا توصیف احمد کے بھی شبہات کی پہلی جلد سے اسباق ہوئے۔ محمد اسماعیل شجاع آبادی نے پونے گیارہ بجے تا بارہ بجے تک لیکچر دیا۔

یکم فروری ظہر کی نماز کے بعد مولانا غلام رسول دین پوری مدظلہ نے سوا تین بجے تک اور محمد اسماعیل نے عصر کی نماز تک قادیانی شبہات جلد اول کا وہ حصہ جس میں آیات کریمہ میں قادیانیوں کے شبہات اور جوابات ہیں پر سبق پڑھایا۔ عشاء کی نماز کے بعد مولانا توصیف احمد سلمہ نے لیکچر دیا۔

۲؍فروری: صبح آٹھ سے سوا نو بجے تک مولانا اللہ وسایا مدظلہ، سوا نو بجے سے ساڑھے دس بجے تک مولانا غلام رسول دین پوری اور پونے گیارہ سے بارہ بجے تک راقم کا سبق ہوا، ظہر کی نماز کے بعد مولانا توصیف احمد نے سوا تین بجے تک اور راقم کا سوا تین تا سوا چار بجے تک سبق ہوا۔

۳؍فروری: صبح آٹھ سے سوا نو بجے تک مولانا اللہ وسایا مدظلہ، سوا نو سے ساڑھے دس بجے تک مولانا غلام رسول دین پوری، پونے گیارہ بجے سے بارہ بجے تک راقم کا آن لائن لیکچر ہوا۔ ژوب بلوچستان میں دس روزہ ختم نبوت کورس کی اختتامی تقریب تھی۔ وہاں ژوب کے مبلغ مولانا عطاء اللہ سلمہ کی فرمائش پر تحریک ختم نبوت کی تفصیلات بیان کیں۔

لاہور کی کانفرنسوں میں شرکت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عیدگاہ بھسین میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ۵ر فروری کو صبح دس بجے سے عصر کی نماز تک منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت مولانا خالد محمود شادی پورہ نے کی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا سمیع اللہ، مولانا عبدالنعیم، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، محمد اسماعیل شجاع آبادی کے علاوہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے استاذ الحدیث مولانا مفتی محمد اعجاز، جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی راہنما مولانا محمد امجد خان، قاری محمد حنیف کمبوہ، قاری عابد حنیف کمبوہ، مجلس سرگودھا کے امیر مولانا نور محمد ہزاروی، مولانا سعید احمد وقار و دیگر نے خطاب کیا۔ مہمان خصوصی مولانا ڈاکٹر عبدالواحد قریشی تھے۔ مقررین نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد ہے۔ اس پر کسی طالع آزما کو شب خون مارنے کی اجازت برداشت نہیں کی جائے گی۔ مقررین نے کہا کہ پاکستان میں ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تین تحریکیں چل چکی ہیں، ان کے علاوہ بھی جب قادیانیوں نے کوئی سازش کی، اسلامیانِ پاکستان نے بلا اختلاف مسلک و مشرب ان کے مقابلہ میں سیسہ پلائی دیوار بن کر ان کا تعاقب کیا اور انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ آئندہ بھی ان کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ بھسین انڈیا بارڈر کے قریب واقع گاؤں ہے۔ جہاں کے ماسٹر عبدالرشید، قاری عبدالعزیز، ماسٹر محمد ارشاد حاجی سمیت کارکنانِ مجلس ہر سال عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کراتے ہیں۔

خضریٰ مسجد سمن آباد میں کانفرنس:

خضریٰ مسجد سمن آباد میں ۵ر فروری کو مغرب کے بعد ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جو رات گئے تک جاری رہی۔ کانفرنس کی صدارت مجلس لاہور کے نائب امیر پیر میاں رضوان نفیس نے کی، جبکہ مہمان خصوصی مولانا عبدالرؤف فاروقی تھے۔ کانفرنس سے جمعیت علماء اسلام کے مولانا محمد امجد خان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا عبدالنعیم، مولانا نور محمد ہزاروی سرگودھا، مولانا قاری علیم الدین شاکر کے علاوہ مولانا ولایت اللہ صدیقی، مولانا عبدالواحد قریشی اور محمد اسماعیل شجاع آبادی سمیت کئی ایک علماء کرام نے خطاب کیا۔

سمن آباد کے علاقہ میں قادیانیوں کی سرگرمیاں تھیں۔ انہیں دعوت اسلام دینے کے لئے یہ کانفرنس رکھی گئی۔ علمائے کرام نے قادیانیوں کو دعوت دیتے ہوئے کہا کہ مرزا قادیانی اخلاق، کردار اور کریکٹر کے اعتبار سے ایک شریف انسان نہیں تھا چہ جائیکہ اسے نبی مانا جائے، انہیں مرزا کے کردار و کریکٹر کا آئینہ دکھا کر دعوت اسلام دی گئی۔

خضریٰ مسجد کی بنیاد ۱۹۵۲ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے رکھی۔ تکمیل تعمیر کے ایک عرصہ بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۴ء تک باقاعدہ ماہانہ مجلس ذکر کراتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت میاں محمد اجمل قادری مدظلہ ۱۹۸۴ء سے ۲۰۰۴ء بیس سال تک سلسلہ قادریہ راشدیہ کے مطابق ذکر کی محفل منعقد کرتے رہے۔

مسجد خضریٰ کے خطیب معروف عالم دین، صاحب التحریر والتقریر، ماہنامہ مطالعہ مذاہب کے ایڈیٹر مولانا عبدالرؤف فاروقی مدظلہ ہیں۔ موصوف حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں ان کے جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہے۔ آج کل حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کی جماعت پاکستان شریعت کونسل کے عمائدین میں سے ہیں، ۱۹۹۳ء سے مسجد میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں۔

تکبیر تشریق

عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے آہستہ آواز میں تکبیرات تشریق کہتے ہوئے جائیں اور عید گاہ پہنچ کر تکبیرات بند کردیں، تکبیرات تشریق یہ ہیں:

اَللّٰہُ أَکبَر، اَللّٰہُ أَکبَر، لَآ إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکبَر، اَللّٰہُ أَکبَر وَلِلّٰہِ الْحَمد

حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحیم اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے امرتسر میں قیام رہا، قیامِ پاکستان کے متصل جامعہ اشرفیہ کا آغاز نیلا گنبد لاہور سے کیا۔ جامعہ میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور سابق اساتذہ مولانا رسول خانؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے جلیل القدر اساتذۂ کرام کا تقرر کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے مؤید علماء کرام میں سے تھے۔ نیلا گنبد کے بعد فیروز پور روڈ پر زمین خرید کر جامعہ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ اشرفیہ ملک کے عظیم جامعات میں سے نامور ادارہ ہے۔ جس سے ہزاروں علماء کرام نے علم حاصل کر کے ملک وملت کی حفاظت، علوم نبویہ کی تعلیم و تعلم، عقیدۂ توحید وختم نبوت کی حفاظت میں مصروف ہیں۔ جامعہ سے بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تشریف آوری نے جامعہ کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ جمعیت علماء اسلام کے بانیوں میں سے تھے اور ہمارے شاہ جیؒ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اساتذۂ کرام میں سے تھے۔

ایک لطیفہ:

سخت سردی کا موسم تھا، حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک طالب علم سے فرمایا کہ گھر سے آگ کے انگارے لے کر آ، طالب علم تھال میں انگارے لے کر آرہا تھا، جب اس کے ہاتھ جلنے لگے تو اس نے شور مچایا۔ ہمارے شاہ جیؒ دوڑ کر گئے اور اس سے تھال لے لیا۔ جب شاہ جیؒ کے ہاتھوں کو تپش محسوس ہوئی تو اس تھال نیچے پھینکتے ہوئے فرمایا: ’’تصلیٰ نارًا حامیہ‘‘ تصلا پنجابی زبان میں تھال کو کہتے ہیں۔ موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور جلیل القدر عالم تھے۔ یکم جون ۱۹۶۱ء کو کراچی میں وفات ہوئی اور آپ کی وصیت کے مطابق کراچی میں تدفین ہوئی۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت مولانا عبیداللہ اشرفی مہتمم بنائے گئے۔ حضرت موصوف بھی جلیل القدر عالم دین، بہترین مدرس اور مرنجان مرنج انسان تھے، انہوں نے اپنے والد کے گلشن کو باغ و بہار بنایا اور انہیں روایات کے مطابق چلاتے رہے۔ آپ کی سند عالی تھی۔ آپ کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ کے تمام اسباق کا آغاز حضرت تھانویؒ سے ہوا۔ آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ، حضرت مولانا نافع گلؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندیؒ سے احادیث نبویہ کی تحصیل کی۔ ۱۹۴۹ء میں والد گرامی کی سرپرستی میں تدریس کا آغاز کیا اور تاحیات تدریس کا شرف حاصل رہا۔ ۱۹۶۱ء میں والد محترم کی وفات کے بعد جامعہ اشرفیہ کے مہتمم بنائے گئے اور تاحیات جامعہ کے مہتمم وسرپرست رہے، آپ نے احادیث نبویہ کا آغاز اور تعلیم حضرت تھانویؒ سے کیا اور حضرت تھانویؒ کو حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ وہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنے والد گرامی امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرستوں میں سے تھے۔ ۱۹۸۴ء میں جب قادیانیوں کا امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے خلاف وفاقی شرعی عدالت میں کیس چل رہا تھا۔ اس کیس کے درمیان آپ نے اپنے جامعہ اور اس کی لائبریری کے دروازے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام اور بزرگوں کے لئے کھول دیئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ایک ماہ تک آپ کے مہمان رہے۔ آپ ۱۱/ مارچ ۲۰۱۶ء تک جامعہ کے مہتمم رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے برادر

اصغر حضرت مولانا فضل الرحیم مہتمم بنائے گئے۔حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفیؒ بھی مجلس کے سرپرستوں میں سے تھے۔آپ کے دور میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کئی کانفرنسیں جامعہ میں ہوئیں۔

گزشتہ سال ۲۰۲۵ء میں بھی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوئی۔آپ نے جامعہ کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کردیں۔جامعہ کے تعلیمی نظام کو ترقی دی،آپ خود بھی مدرس تھے۔آپ نے ہزاروں علماء کرام کو زیور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا،آپ ہمارے حضرت نفیس الحسینی نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے تھے۔کافی عرصہ سے بستر علالت پر تھے۔آپ نے اپنی زندگی میں جامعہ کا نظم مندرجہ ذیل حضرات کے سپرد فرمادیا:

آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا عبیداللہ اشرفیؒ کے فرزند گرامی حضرت مولانا ارشد عبید کو مہتمم اور مولانا ارشد کے بھائی مولانا اسعد عبید اللہ کو نائب مہتمم،مولانا زبیر حسن اشرفی سلمہ کو نائب مہتمم دوم بنا کر جامعہ کا نظام ان حضرات کے سپرد فرمادیا۔اول الذکر مولانا ارشد عبید مدظلہ تو عرصہ دراز سے ناظم اعلیٰ چلے آرہے تھے۔

۴؍جنوری ۲۰۲۶ء کو اللہ پاک کی طرف سے بلاوا آیا اور یہ تھکا ماندہ،عالم باعمل اپنے اللہ کے حضور حاضر ہوگیا۔آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا زبیر حسن اشرفی سلمہ کی امامت میں ادا کی گئی،جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ❁❁

عید الفطر.....بندگی اور خوشی کا حسین امتزاج

عیدُ الفطر اہلِ ایمان کے لیے محض ایک تہوار نہیں، بلکہ ربِّ کریم کی طرف سے قبولیت کا پروانہ، اطاعت کی تکمیل پر عطا کیا گیا ایک روح پرور انعام اور بندگی کے سفر کا حسین سنگِ میل ہے۔ یہ دن شکر کا بھی ہے اور سرشاری کا بھی؛ خوشی کا بھی اور خود احتسابی کا بھی۔ رمضان المبارک میں اہلِ ایمان نے بھوک اور پیاس کے ذریعے نفس کو رام کیا،خواہشات کو قابو میں رکھا،صبر و مجاہدہ کی مشق کی، شب بیداری، تلاوتِ قرآن، ذکر و دعا اور طاعت و عبادت کے چراغ جلائے۔جس طرح عیدُ الاضحیٰ قربانی کی عبادت اور فریضۂ حج کی تکمیل کے بعد آتی ہے، اسی طرح عید الفطر بھی رمضان کی بندگی، اطاعت اور ضبطِ نفس کی کامیاب تکمیل کا اعلان ہے۔

گویا یہ دن اعلان کرتا ہے کہ بندۂ مؤمن نے خواہشات کی زنجیروں کو توڑ کر رب کی رضا کو اختیار کیا۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور ان لوگوں کے ہاں دو دن تھے کہ وہ ان میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ آپ نے پوچھا:’’یہ دو دن کیا ہیں؟‘‘ انہوں نے کہا کہ ہم دورِ جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلے ان سے اچھے دن دیئے ہیں: اضحیٰ (قربانی) کا دن اور فطر کا دن۔‘‘(ابوداؤد)

محترم قارئین! یہ دن ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اس کی حرمت اور عظمت کو پامال نہ کریں۔ عید کو رسومات، خرافات، بے جا نمود و نمائش اور نفسانی رنگینیوں کی نذر نہ کریں۔فضول خرچی، موسیقی ولہو ولعب،غیر شرعی لباس، ناجائز زیب و زینت، فحاشی،فسق و فجور اور غفلت پر مبنی مشاغل اس دن کے نور کو بجھا دیتے ہیں۔حقیقی عید وہی ہے جس میں زبان ذکرِ الٰہی سے تر، دل شکر گزاری سے معمور اور عمل شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہو۔یہ دن دلوں کو جوڑنے کا ہے،توڑنے کا نہیں۔ جھوٹ اور غیبت سے آلودہ محفلوں سے بچیں،صلہ رحمی کو زندہ کریں، محبتیں بانٹیں، کدورتوں کو دفن کریں، کینہ، بغض اور نفرت کے بوجھ اتار پھینکیں، روٹھے ہوؤں کو منائیں اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کو پھر سے جوڑ دیں۔عید کی رات کو بھی عبادت کی خوشبو سے معطر رکھیں، بلاضرورت بازاروں کی ہنگامہ خیزی سے دور رہیں اور اس عید کو اپنی زندگی میں تبدیلی، استقامت اور نیکی کے تسلسل کا نقطۂ آغاز بنالیں۔ یاد رکھئے! نیکی کسی خاص مہینے کی محتاج نہیں۔رمضان نے ہمیں جو ذوقِ عبادت عطا کیا ہے، وہ پورے سال ہمارے ساتھ رہنا چاہیے۔رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے، اگرچہ وہ کم ہو۔‘‘(مسلم) اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق سے نوازیں۔آمین۔

(مولانا ابوغزالی عبدالواحد)

تعاون کی اپیل

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی، ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے

عطیات، صدقات اور زکوٰۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجیے

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہو کر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے مجلس کو پاکستان اور بیرون پاکستان قادیانیت کے محاذ پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کیے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام...... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد۔

☆ چناب نگر میں سالانہ ردقادیانیت کورس ...... چناب نگر میں ایک سالہ ختم نبوت تخصص کورس۔

☆ قادیانیت کے ہمہ وقت تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن۔

☆ چناب نگر شعبہ کتب......شعبہ میٹرک، ایف اے ......ماہنامہ لولاک ملتان......ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں...... تحریک ختم نبوت 10 جلدیں ...... محاسبہ قادیانیت 37 جلدیں

☆ اردو، انگریزی، عربی میں ردقادیانیت پر فری لٹریچر ......دیگر ردقادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ۔

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک......ہفت روزہ ختم نبوت ......اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

اکاؤنٹ نمبرز

00380038-01034640 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ ملتان

01127-01010015785 مسلم کمرشل بنک ملتان

اپیل کنندگان

حافظ، پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت مولانا خان محمد ناصر الدین خاکوانی صاحب، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

صاحبزادہ، پیر طریقت، مخدوم العلماء، حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب، نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

استاذ العلماء، جانشین حضرت بنوری، حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحب، نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب مدظلہ العالی، مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

علاقائی مراکز کے فون نمبرز	اسلام آباد 0334-5082180	لاہور 0300-4304277 0300-4981840	کراچی 021 32780337	راولپنڈی 0304-7520844	سیالکوٹ 0300-7442857	گوجرانوالہ 0302-5152137	چناب نگر 0301-6395200	سرگودھا 0301-6361561	جھنگ 0300-7832358	خانیوال 0301-7819466	ساہیوال 0303-2453878
ڈیرہ غازیخان 0306-7817525	بہاولپور 0300-6851586	میرپورخاص 0334-3463200	رحیم یارخان 0301-7659790 0301-9825812	سکھر 0302-3623805	اوکاڑہ قصور 0300-6950984	فیصل آباد 0301-7224794	حیدرآباد 0300-8775697	شیخوپورہ 0309-7064784	کوئٹہ 0331-3064596 0312-8987971	گجرات منڈی بہاؤالدین 0300-8032577	بہاولنگر 0333-6309355 0300-8823051